وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى

اور سب سے وعدہ کیا ہے اللہ نے خوبی کا (ترجمہ شیخ الہندؒ)

عظمتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

ازافادات وفوائد

رئیس المحققین حضرت مولانا محمد نافع رحمۃ اللہ علیہ

مرتب

ڈاکٹر حافظ محمد سعد اللہ

ایڈیٹر اردو دائرہ معارف اسلامیہ

پنجاب یونیورسٹی، لاہور

دار الکتاب ناشران وتاجران کتب

وَ كُلًّا وَّ عَدَاللّٰهُ الْحُسْنٰى

ترجمہ: اور سب سے وعدہ کیا ہے اللہ نے خوبی کا (ترجمہ شیخ الہندؒ)

عظمتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

ازافادات وفوائد

رئیس المحققین حضرت مولانا محمد نافع رحمۃ اللہ علیہ

مرتب

ڈاکٹر حافظ محمد سعد اللہ

ایڈیٹر اردو دائرہ معارف اسلامیہ

پنجاب یونیورسٹی، لاہور

دار الکتاب ناشران وتاجران کتب

A-6 یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور

042-37241268-0321-4650131

کتاب ———— عظمت صحابہ کرام

از افادات و فوائد ———— حضرت مولانا محمد نافع

مرتب ———— ڈاکٹر حافظ محمد سعد اللہ

ناشر ———— دار الکتاب

اشاعت ———— فروری ۲۰۱۶

تعداد: ———— ۵۰۰

طابع ————

قیمت ———— ۲۸۰ روپے

قانونی مشیر ———— باہتمام

مہر عطاء الرحمٰن، ایڈووکیٹ ہائی کورٹ لاہور
0300-4083589

حافظ محمد ندیم
0300-8099774
0321-4650131

فہرست مضامین

عرضِ ناشر	۷
ابتدائیہ	۹
پیش لفظ	۱۵
حجیت صحابہ کرامؓ	۱۹
حجیت کا مسئلہ	۲۷
بیس تراویح کا مسئلہ	۲۸
جمعہ کی اذانِ ثانی	۳۱
باغیوں کا حکم	۳۲
مسافر کے لیے قربانی کا مسئلہ	۳۴
شراب نوشی کی سزا (حد) کا مسئلہ	۳۵
حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کا فعل صحابہؓ کے نزدیک بھی حجت	۳۶
امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اجتہاد کا بنیادی اصول	۴۱
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں صحابہ کرامؓ کا فتویٰ دینا	۴۲
عہدِ نبوت میں قضاء وافتاء کا مسئلہ	۴۲
خلافتِ راشدہ میں فقہی وعلمی مذاکرات	۴۳
مولانا معین الدین اجمیری کا صحابہ کرامؓ کے فعل سے استدلال	۴۵
عدالت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم	۴۷
عدالتِ صحابہؓ سے مراد	۴۷
معنی عدالت اور فتاویٰ شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ	۴۹

عدالت صحابہؓ کا اعتقاد رکھنا	۵۰
ابن عبدالبر کی تصریح	۵۶
حافظ ابن کثیر کی تصریح	۵۷
علامہ السبکی کی تصریح	۵۸
ابن الصلاح کی تصریح	۶۱
عدالت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ	۶۳
مقامِ صحابہؓ	۶۶
صحابہ کرامؓ کے ساتھ حسن ظن رکھنا واجب	۶۹
سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا اظہارِ تأسف	۷۲
صحابہ کرامؓ پر طعن کرنے والے آدمی کے بارے میں ائمہ دین کی رائے	۷۴
شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کا فتویٰ	۷۵
امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا فرمان	۷۵
قاضی عیاض رحمہ اللہ کی تصریح	۷۷
علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی تصریح	۸۰
عبداللہ بن السوار کا قول	۸۰
صحابہ کرامؓ۔ مسلمانوں میں خیر و برکت کا موجب	۸۱
صحابہ کرامؓ۔ بے نظیر	۸۲
خیریتِ صحابہ کرامؓ کا لزوم اور معائب صحابہؓ اور مطاعن صحابہؓ کا عدم جواز	۸۳
کسی صحابی کو بُرا کہنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسند	۸۹
الفضل ما شهدت به الاعداء	۹۰
اتباعِ خلفائے راشدینؓ	۹۳
حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء کا حکم نبوی	۹۹

حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے لیے اشارات واقدامات نبوی ۱۰۲
حضرت ابوبکر صدیقؓ کی امارت حج۔ خلافت کی طرف اشارہ ۱۰۶
خلفائے ثلاثہ کی خلافت کے لیے اشاراتِ نبوی ۱۱۰
خلفائے اربعہ کی ترتیبِ فضیلت ۱۱۸
مشاجراتِ صحابہ کرامؓ اور ان کا حکم ۱۲۱
تمام صحابہ کرامؓ کا جنتی ہونا ۱۲۴
حضرت علی المرتضیٰؓ اور امیر معاویہؓ کا نماز میں ایک دوسرے کے خلاف...... ۱۲۶
ایک اشتباہ کا دفاع ۱۲۶
شرعی تاویل کی بنا پر کسی کو کافر قرار دینے کا حکم ۱۲۸
مشاجراتِ صحابہ کرامؓ کے بارے ائمہ دین کے اقوال ۱۲۸
امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ۱۲۹
امام احمد رحمہ اللہ کا قول ۱۲۹
قول امام الاوزاعی رحمہ اللہ ۱۳۰
امام ابوزرعہ رحمہ اللہ کا قول ۱۳۱
امام ابوراشد رحمہ اللہ کا قول ۱۳۲
امام ابن دقیق رحمہ اللہ کا قول ۱۳۲
امام قرطبی رحمہ اللہ کا قول ۱۳۳
اختلافات صحابہ کے متعلق امام غزالی رحمہ اللہ کے نصائح اور تلقین ۱۳۴
ابن حجر مکی کی تحقیق ۱۳۷
حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کا قول ۱۳۸
امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ کا قول ۱۴۰
صحابہ کرامؓ کی عمومی فضیلت ۱۴۴

بعد وفات حضرت ایوب انصاریؓ کی قبر سے روشنی کا ظہور اور اہل روم...... ۱۴۸
ایک یادداشت برائے ثبوت فضیلت صحابہ رضی اللہ عنہم ۱۵۰
اہل حنین کی خصوصی فضیلت ۱۵۱
تمام صحابہ کرامؓ کا جنتی ہونا ۱۵۳
خیرالقرون کے ائمہ مجتہدین اور محدثین کا تمام صحابہؓ کی روایات پر اعتماد ۱۵۸
عہود و وصایائے نبوی برائے صحابہ کرامؓ ۱۶۱
حضرت حکیم بن حزام اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی سے...... ۱۶۱
حضرت ابوذر غفاریؓ کو کسی سے سوال نہ کرنے کی ہدایت نبوی ۱۶۴
وصیت نبوی برائے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ۱۶۹

متفرقات

تذکار حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ ۱۷۱
حضرت جعفرؓ اور ہجرتِ حبشہ ۱۷۱
صحابہ کرامؓ کی خوشی کے موقعہ کی رسمیں ۱۷۹
لڑکیوں کی رخصتی کے موقعہ کی رسم ۱۷۹
بچوں کی ولادت کے موقعہ کی رسم ۱۸۰
حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہید کا قولِ فیصل ۱۸۲

عرضِ ناشر

نامور محقق و عالم دین حضرت مولانا محمد نافع صاحب رحمہ اللہ کو ذاتی طور پر جاننے اور ان کی گراں قدر علمی و تحقیقی تصنیفات رحماء بینہم، سیرت علی المرتضیٰؓ، سیرت امیر معاویہؓ، بناتِ اربعہ، سوانح حسنین کریمین، سیرت حضرت ابوسفیان، فوائدِ نافعہ، مسئلہ ختم نبوت وغیرہ کا مطالعہ کرنے والوں پر یہ امر مخفی نہیں کہ صحابہ کرام و اہل بیتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عقیدت ومحبت حضرت مولانا موصوف کے رگ و پے میں رچی بسی تھی۔ ان کی ساری زندگی ناموس صحابہ و اہل بیت کے تحفظ کے لیے وقف رہی۔ اپنے اسی طبعی ذوق کے پیش نظر حضرت مولانا موصوف نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عظمت کے چند مختلف گوشوں (حجیت صحابہ کرام، عدالت صحابہ کرام، اتباع خلفائے راشدین، عمومی فضائل صحابہ کرام، مقام صحابہ، مشاجرات صحابہ وغیرہ) پر بڑی ورق گردانی کے بعد مستند مآخذ سے قیمتی مواد اکٹھا کیا تھا اور اپنی کتاب فوائد نافعہ کا حصہ سوم بنانا چاہتے تھے۔ آخری برسوں میں طویل علالت اور جسمانی معذوری کے باعث اس مواد کی ترتیب وتحریر کا کام آپ نے اپنے ایک قابل اعتماد شاگرد ڈاکٹر حافظ محمد سعد اللہ، ایڈیٹر اردو دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونی ورسٹی لاہور کے سپرد کیا اور اس ترتیب و تحریر کے زیادہ تر حصہ پر نظر ثانی فرماتے ہوئے اطمینان کا اظہار فرمایا۔

حضرت کا جمع کردہ یہ مواد ''عظمتِ صحابہ کرامؓ'' کے عنوان سے زیور طبع سے آراستہ کر کے منظر عام پر لایا جا رہا ہے۔

ناشر

مولانا محمد نافع رحمۃ اللہ علیہ

"خداداد صلاحیتیں دفاعِ صحابہ کرامؓ کے لیے وقف کر دینے والے عالم باعمل"

جن لوگوں کے جذبات گرم اور دماغ ٹھنڈے ہوتے ہیں تو وہ ایسے کارنامے سرانجام دے جاتے ہیں جنہیں دیکھ کر یقین ہی نہیں آتا کہ یہ کسی فردِ واحد کا کام ہے۔ مولانا محمد نافع رحمہ اللہ کا شمار بھی اسی صف کے علماء میں ہوتا ہے جنہوں نے نامساعد حالات اور ناموافق ماحول میں مستقل مزاجی اور اخلاص کے ساتھ اپنے کام کے لیے ایک میدان کا انتخاب کیا اور پھر پوری عمر اسی میں صَرف کر دی۔ جھنگ، چنیوٹ اور سرگودھا وغیرہ کی مٹی اپنے ارضی اثرات کے اعتبار سے گرم ہے۔ پھر مٹی کی یہ گرمی انسانی سرشت اور فطرت کے مطابق لوگوں پر اثر انداز ہوتی ہے۔ جس طرح شبنم کے قطرے سیپ میں داخل ہوتے اور سانپ کے منہ میں بھی! مگر نتیجہ دونوں کی فطرت کے مطابق نکلتا ہے۔ سانپ کے منہ میں زہر اور سیپ کے اندر موتی بنانے میں شبنم کے قطروں کی اپنی تقسیم نہیں، یہ سرشت کے نتائج ہیں۔ بعینہٖ یہ کیفیت یہاں کے لوگوں کی بھی ہے۔ ایک ہی مٹی کا اناج کھا کر اور پانی پی کر ایک طبقہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گالیاں دیتا ہے اور دوسرا طبقہ ان کی محبت میں فنا ہے۔ اگر اس کو مزید شرح و بسط سے بیان کیا جائے تو عقائد و ایمانیات سے ہٹ کر کچھ لوگوں کا طبعی مزاج ان کے افکار پر حاوی ہو جاتا ہے یعنی دماغ ٹھنڈا نہیں رہ پاتا جس کی وجہ سے کبھی نقصان کا سامنا کرنا پڑ جاتا ہے۔ مگر اسی دھرتی پر اللہ تعالیٰ نے دو بھائی پیدا کیے: مولانا محمد ذاکر رحمہ اللہ اور مولانا محمد نافع رحمہ اللہ۔

دونوں مزاج کے ٹھنڈے اور ارادوں کے کہسار ثابت ہوئے، اول الذکر نے ضلع جھنگ میں مذہبی و دینی اقدار کے سایہ میں سیاست کی بنیاد رکھی۔ وڈیرا شاہی سے ٹکر لی، جاگیرداری نظام کو للکارا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے بڑی بڑی محلاتی سازشیں مولانا محمد ذاکر رحمہ اللہ کی ''جھونپڑی'' کے آگے پانی کے بلبلے بن گئیں۔ ثانی الذکر یعنی مولانا محمد نافع رحمہ اللہ نے اپنے لیے نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کا کام سنبھالا۔

ہزاروں صفحات عظمتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بیان و دفاع میں رنگین کر دیے۔ کونے کونے سے قیمتی و نادر کتابوں کا ذخیرہ کیا اور وہ کتابیں صرف کتب خانہ کی الماریوں میں سجا نہیں دیں بلکہ انہیں اپنے دماغ میں انڈیلا، ذکر و فکر سے معمور دل کی صافی سے تاریخ کی پڑی گرد و غبار کی دبیز تہہ کو صاف کیا۔ اور صحابہ کرامؓ و اہل بیت عظامؓ اور ازواجِ مطہرات و بناتِ طاہراتؓ کی خدمت میں، دفاع میں، منقبت بیان کرنے میں، اپنی ایک ایک سانس کو وقف کیے رکھا۔ مولانا محمد نافع رحمہ اللہ نے کمال دیانت داری سے طرفین کی کتابوں کا مطالعہ کیا، تحقیق و جستجو میں وقتی جذبات اور مختلف خیالات کی آمیزش نہیں ہونے دی۔ تعصب کو قریب نہ آنے دیا اور پوری غیر جانب داری کے ساتھ دینِ اسلام کے مآخذات و مصادرات کو پڑھ کر وہی فیصلہ کیا جو اس سے پہلے امام اہل سنت علامہ عبدالشکور لکھنوی فاروقی رحمہ اللہ، سیدی مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ، علامہ احمد شاہ چوکیروی رحمہ اللہ، علامہ حیدر علی فیض آبادی رحمہ اللہ، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ، حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ اور حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے دیا تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین دین اسلام کے عینی گواہ و ناقل ہیں اگر ان پر تنقید و تشنیع کے تیشے اٹھا لیے جائیں تو پورے کا پورا دین مجروح ہوتا ہے لہٰذا دین اسلام کی بقا کے لیے امت کا صحابہ کرامؓ سے جڑنا ضروری ہے۔

چنانچہ آپ نے پورے تدبر اور حکمت کے ساتھ دفاعِ صحابہ کرامؓ کے لیے اپنی خداد صلاحیتوں اور علم و فضل کا برمحل استعمال کر کے ہزاروں لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنا دیا۔ رحماء بینہم مع مسئلہ اقربا نوازی، بناتِ اربعہ، حدیثِ ثقلین، سیرت حضرت علی المرتضیٰؓ، سیرتِ سیدنا حضرت امیر معاویہؓ، فوائدِ نافعہ، حضرت ابوسفیانؓ اور ان کی اہلیہ، مسئلہ ختم نبوت اور سلف صالحینؒ وغیرہم آپ کی شاہ کار تحقیقی کتب ہیں کہ جن کی ایک ایک سطر گویا سونے کی زنجیر ہے

اور ہر لفظِ سطر یا قوت و زمرد کا نقشہ پیش کر رہا ہے۔ کون جانتا تھا کہ قریہ محمدی شریف کے ایک کچے کمرے میں اٹھنے والا قلم عرب و فارس تک لوگوں کے دل و دماغ میں روشنی کے جگنو چمکا دے گا؟ آج ''رحماء بینہم'' عربی میں بیروت سے شائع ہو کر اپنی علمیت کا لوہا منوا چکی ہے جبکہ ''بناتِ اربعہ'' ایران سے فارسی زبان میں چھپ گئی ہے۔ مولانا محمد نافع رحمہ اللہ کتابوں کی یہ تعریب و تفریس خود مصنف اور تصنیف کے تحقیقی معیار کا پتہ دے رہی ہے۔ واقعی مولانا محمد نافع رحمہ اللہ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو اپنی کمائی ساتھ لے جاتے ہیں اور کمائی کی برکتیں اہل دنیا کے لیے چھوڑ جاتے ہیں، اس کے برعکس مال دار لوگ اپنا مال اہل دنیا کے لیے اور اس کی نحوستیں اپنے ساتھ قبر میں لے جاتے ہیں۔ اعوذ معاذ اللہ۔

زیرِ نظر کتاب ''عظمتِ صحابہ کرامؓ'' مولانا محمد نافع رحمہ اللہ کی وفات کے بعد منصۂ شہود پر آ رہی ہے۔ اواخر عمر میں جبکہ آپ کے ہاتھوں میں رعشہ آ گیا تھا، ضعف غالب ہوا اور بینائی متاثر ہو گئی، مگر اس نحیف و ناتواں بدن میں، اللہ اللہ، محبتِ صحابہ کرامؓ کا کیسا خون رواں دواں تھا کہ آپ کا جذبہ محبت ضعف کا شکار نہ ہوا۔ جسمانی لحاظ سے آپ دن بہ دن جتنا کمزوری کی طرف جا رہے تھے، ایمانی اعتبار سے اتنے ہی مضبوط و توانا ہو رہے تھے۔ آپؒ نے حجیت صحابہ کرامؓ کے عنوان پر دلائل جمع کیے، بکھرے موتیوں کو یکجا کیا، مگر انہیں مالا میں پرونے کی ذمہ داری اپنے لائق و فائق شاگرد جناب پروفیسر حافظ محمد سعد اللہ صاحب پر ڈال دی۔ مولانا موصوف نے ماشاء اللہ اس کام کو باحسن سرانجام دیا اور احساسِ ذمہ داری کا حق ادا کیا، اگرچہ بعض بشری تقاضوں کی وجہ سے اس میں قدرے تعویق بھی ہوئی ہے۔ یہاں یہ بات پیشِ نظر رہے کہ حوالہ جات کی ترتیب اور املاء میں آپ کا مولانا محمد نافع رحمہ اللہ کے ساتھ باضابطہ رابطہ رہا اور حضرتؒ کی مشاورت و حکم کی روشنی میں یہ منزل کی جانب بڑھتے رہے۔ چنانچہ آپؒ اپنے ایک مکتوب محررہ ۲۱ اگست ۲۰۱۳ء میں لکھتے ہیں:

عزیز محترم مولانا حافظ سعد اللہ صاحب، دام مجدکم۔

السلام علیکم! مزاج گرامی؟ آپ کی خیر و سلامتی مطلوب ہے۔ مقالہ مرسلہ سرسری نظر کے ساتھ دیکھ لیا ہے۔ بعض مقامات قابل اصلاح معلوم ہوئے ان کی نشان دہی کر دی ہے۔ مقالہ کے کام کو حسب فرصت جاری رکھیں۔ مہربانی ہوگی۔ اس کو ''فوائدِ نافعہ'' کا حصہ سوم قرار دینا مقصود ہے۔ یہ چیز ذہن میں رہے کہ میرے نام کے ساتھ بڑے بڑے القاب لگانے سے

اجتناب فرمائیں۔ باقی خیریت ہے، دعائے خیر سے تعاون کرتے رہیں۔

والسلام خیر الختام

دعا گو ناچیز محمد نافع عفا اللہ عنہ

۱۲ر شوال المکرم، ۲۱ر اگست ۲۰۱۳ء/۱۴۳۴ھ

اسی طرح ایک دوسرے خط میں رقم فرماتے ہیں:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔ مزاج گرامی؟ تسلیمات مسنونہ کے بعد تحریر ہے کہ جو مضمون "عدالت صحابہؓ" اور "حجیت صحابہؓ" کے متعلق آپ نے تحریر کر کے میری طرف ارسال کیا، اس کو ملاحظہ کر لیا گیا ہے۔ اور جزوی طور پر بعض مقامات میں اصلاح بھی کر دی گئی ہے۔ اب اس کو بذریعہ ڈاک رجسٹری آپ کی طرف روانہ کیا جا رہا ہے۔ اس مضمون سے متعلق بقیہ کام امید واثق ہے کہ آپ جلد مکمل کر لیں گے۔ امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوگا۔

والسلام

ناچیز دعا گو محمد نافع عفا اللہ عنہ

بروز جمعہ، ۲۴ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ، ۲۹ نومبر ۲۰۱۳ء

مولانا محمد نافع رحمہ اللہ کی طبیعت میں حساسیت اور احتیاط تھی۔ کیونکہ آپ کا تصنیفی مزاج یہ تھا کہ جب تک متقدمین کے اصل مصادر و مآخذ تک رسائی حاصل نہ کر لیتے، تسلی نہ فرماتے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض اوقات ایک مصنف اپنے موضوع کے لحاظ سے حسب ضرورت حوالہ درج کرتا ہے مگر وہی حوالہ دوسرے مصنف کے موضوع کے لحاظ سے نامکمل ہوتا ہے یا استدلال واستنباط مختلف ہوتا ہے۔

حجیت کا مسئلہ

اس کتاب کا مرکزی موضوع اس کے نام سے ظاہر ہے، یعنی دینی وشرعی مسائل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قول وعمل حجت شرعی ہے اور مذکورہ عنوان کا مواد جمع کرتے ہوئے مصنف علیہ الرحمہ بہ قلم خود مسودہ پر ایک جگہ لکھتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حجیت شرعی اس شرط کے ساتھ ہے کہ ان کا قول وفعل کسی نصِ صریح یعنی آیت وحدیث صحیح کے خلاف نہ

پایا جائے۔ اور دیگر اکابرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کو رد نہ کیا ہو، وغیرہ وغیرہ شروط کے ساتھ ملحوظ ہیں۔ مثلاً ۱۴ھ میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا بیس رکعت نماز تراویح باجماعت، مسجد میں پورا رمضان شریف ادا کرنا جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے مشورہ و انتظام سے ہے اور کسی معروف صحابی نے اس کے خلاف آواز نہیں اٹھائی اور نہ مخالفت کی وغیرہ وغیرہ۔ اس طرح آپؒ نے دیگر خلفائے راشدینؓ اور اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال واقوال کا کتاب وسنت اور افکار سلف کی روشنی میں شرعی حجت ہونا ثابت فرمایا ہے۔ مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع صاحبؒ **واذا قیل لھم آمنوا کما آمن الناس** کے تحت لکھتے ہیں:

> لفظِ ناس سے مراد باتفاق مفسرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں کیونکہ وہی حضرات ہیں جو نزولِ قرآن کے وقت ایمان لائے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف وہی ایمان معتبر ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان کی طرح ہو، جن چیزوں میں، جس کیفیت کے ساتھ ان کا ایمان ہے، اسی طرح کا ایمان دوسروں کا ہوگا تو ''ایمان'' کہا جائے گا ورنہ نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایمان ایک کسوٹی ہے جس پر باقی ساری امت کے ایمان کو پرکھا جائے گا۔ جو اس کسوٹی پر صحیح نہ ہو اس کو شرعاً ایمان اور ایسا نہ کرنے والے کو مومن نہ کہا جائے گا۔
>
> (تفسیر معارف القرآن جلد اول ص ۱۲۵)

زیر نظر کتاب کا جب مرحلہ طباعت آیا تو مصنف نے صاحبزادگان اور دار الکتاب کے بانی ومنتظم جناب حافظ محمد ندیم صاحب نے راقم کو بطور ابتدائیہ یہ چند سطور لکھنے کا حکم دیا، تعمیل حکم میں یہ مضمون حوالہ قرطاس کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سرمایہ اہل سنت حضرت مولانا محمد نافع رحمۃ اللہ علیہ کے علوم و فیوض سے پوری امت کو مستفیض و مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور آپ کی اجلی ونکھری تحقیق سے منتفع فرمائے۔ اطلاعاً عرض ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات پر بھی کام جاری ہے، جس کا ایک بڑا حصہ بفضلہ تعالیٰ تصنیف وترتیب کے آخری مراحل

میں ہے۔جس میں بقدر استطاعت آپ رحمۃ اللہ علیہ کی حیات و خدمات کے جملہ پہلوؤں کا احاطہ کرنے کی ادنیٰ درجہ کی کوشش کی گئی ہے۔ ناظرین کرام اس میں تفصیلی احوال و آثار کا جائزہ لے سکیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ ورنہ ان محدود صفحات پر مولانا محمد نافع رحمہ اللہ جیسی عبقری صفت شخصیت کی کون کون سی صفت کا ذکر کیا جائے؟

سوداؔ خدا کے واسطے کر قصہ مختصر
اپنی تو نیند اڑ گئی ترے فسانہ میں

خادم علمائے اہل سنت
محمد عبدالجبار سلفی
ادارہ مظہر التحقیق لاہور، ۲ر دسمبر ۲۰۱۵ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ اکریم اما بعد،

اللہ کریم نے اپنے آخری رسول سیدنا مولانا حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی دعوت پر ہر قسم کی معاشی اور معاشرتی مشکلات کا سامنا کرنے اور حتیٰ کہ اپنی جانیں ہتھیلیوں پر رکھتے ہوئے جن خوش نصیب لوگوں کو اللہ و رسول پر ایمان لانے اور دین اسلام قبول کرنے کی توفیق نصیب فرمائی اور جنہیں براہ راست نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت اور فیضِ صحبت سے استفادہ کرنے کا اعزاز حاصل ہوا، وہ تاریخ اسلام میں صحبتِ نبوی کی نسبت سے ''صحابہ کرام'' کے معزز لقب سے یاد کیے جاتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تربیت اور توجہ سے انہیں اخلاقی اور روحانی اعتبار سے قعرِ مذلت سے اٹھا کر اوجِ کمال تک پہنچا دیا۔ اور فکر و عمل کے لحاظ سے ان کی کایا پلٹ دی۔ اس انقلاب اور تبدیلی پر شاعر مشرق علامہ اقبال پکار اٹھے

کیا تو نے صحرا نشینوں کو یکتا
نظر میں خبر میں اذانِ سحر میں
طلب جس کی صدیوں تھی زندگی کو
وہ سوز اس نے پایا انہیں کے جگر میں

ایک دوسرے شاعر نے صحابہ میں اس انقلاب کو یوں تعبیر کیا ہے

درفشانی نے تری قطروں کو دریا کر دیا
دل کو روشن کر دیا آنکھوں کو بینا کر دیا
خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

تاریخ شاہد ہے کہ صحابہ کرام نے اللہ و رسول اور دین اسلام کے لیے جس اخلاص، خیر خواہی، فدویت، ایثار، قربانی اور جاں نثاری کا مظاہرہ کیا، اسلام اور پیغمبر اسلام کے لیے جس طرح انہوں نے مال و منال، گھربار، کاروبار، وطن، خاندانی جاہ و منصب تج دیا، جس طرح انہوں نے اللہ و رسول کی خاطر اپنا تن من دھن قربان کر دیا اور دنیا کی ہر چیز پر دین اسلام کو ترجیح دی اس کی مثال آسمان کی آنکھ نے اس سے پہلے دیکھی تھی نہ آج تک دیکھ سکی ہے۔ یقیناً ان کے انہی جذبات، احساسات، خدمات اور اسلام کے ساتھ لازوال تعلقِ خاطر کی بنیاد پر ہی اللہ کریم نے ان کی بشری کمزوریوں اور کوتاہیوں سے درگزر فرماتے ہوئے انہیں اپنی رضا کا سرٹیفکیٹ عنایت فرمایا اور سب سے جنت (الحسنٰی) کا وعدہ فرمایا!

یہی صحابہ کرام تھے جو بظاہر وسائل و اسباب کے نہ ہونے کے باوجود محض اپنے ایمان کی طاقت کے بل بوتے پر اسلام کی سربلندی کے لیے تمام دشمنانِ اسلام یہود و نصاریٰ اور قیصر و کسریٰ کی قیادت میں اس وقت کی دو سُپر طاقتوں روم و ایران سے ٹکرا گئے اور قرآن مجید کی پیشین گوئی کے مطابق دینِ حق کو تمام ادیان پر غالب کر دکھایا۔

مخالفینِ اسلام اور قیصر و کسریٰ کی ''باقیات'' نے ہر زمانے میں صحابہ کرام کی مذکورہ عظمت، کارناموں اور خدماتِ اسلام کو داغ دار کرنے اور ان کے پاکیزہ اخلاق و کردار میں کیڑے نکالنے کی کوشش کی ہے۔ اب بھی صحابہ کے ساتھ اپنے باطنی بغض و عناد کا مختلف انداز میں زبانی یا تحریری اظہار کرتے رہتے ہیں۔ ان مخالفین اور معاندین کے دجل و فریب، تلبیس، تدلیس اور تحریف کا مدلّل جواب دینے اور صحابہ کرام کا دفاع کرنے والے بھی اللہ کریم ہر زمانے میں پیدا فرماتا رہا۔

عصرِ حاضر میں رئیس المحققین، بقیۃ السلف اور زہد و تقویٰ کے پیکر حضرت مولانا محمد نافع صاحب رحمہ اللہ (م: ۳۱ دسمبر ۲۰۱۴ء، ساکن جامعہ محمدی شریف ضلع چنیوٹ) کو عظمتِ صحابہ اور مقامِ صحابہ کا دفاع کرنے والوں کا ''سرخیل'' قرار دیا جائے تو بے جا اور

مبالغہ نہ ہوگا۔ آپ کی تمام تصانیف مثلاً رحماء بینھم، مسئلہ اقربا نوازی (حضرت سیدنا عثمانؓ پر اقربانوازی کے طعن کا مدلل اور ٹھوس جواب)، سیرتِ علی المرتضیٰؓ، سیرتِ امیر معاویہؓ، بناتِ اربعہ، سیرتِ حضرت ابوسفیانؓ، سیرتِ حسنین کریمینؓ وغیرہ راقم کے مذکورہ دعویٰ کی دلیل ہیں۔

ان کی زندگی، کام سے ذوق اور لگن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے محبوب کے جاں نثاروں (صحابہ کرام واہل بیت نبوی) کی عزت وحرمت اور عظمت کی حفاظت کے لیے پیدا کیا تھا اور انہوں نے کمال ہمت، استقامت اور ذمہ داری سے اپنا یہ فریضہ نبھایا جس کی تفصیل ان کی تصنیفات وتالیفات میں دیکھی جا سکتی ہے۔

زیرِنظر کتاب حضرت مولانا کے زندگی بھر کے مطالعے، ورق گردانی اور کتاب بینی کا ایک قسم کا خلاصہ ہے۔ صحابہ کرامؓ کی عظمت کے حوالے سے چند مضامین مثلاً حجیتِ صحابہؓ، عدالت صحابہؓ، مقامِ صحابہؓ، اتباعِ خلفائے راشدینؓ، مشاجراتِ صحابہؓ اور ان کا حکم، صحابہ کرامؓ کی عمومی فضیلت وغیرہ پر اپنے طبعی ذوق کے تحت انہوں نے قرآن وحدیث کی قطعی نصوص کے علاوہ ائمہ دین کی تصریحات اور اقوال جمع فرمائے تھے۔ اور انہیں اپنی معروف کتاب ''فوائدِ نافعہ'' کے حصہ سوم کے طور پر شائع فرمانا چاہتے تھے۔ مگر اپنی طویل علالت اور جسمانی معذوری کے باعث ان مضامین کو خود مرتب نہ فرما سکے۔

اپنی وفات حسرت آیات سے کوئی ڈیڑھ دو سال قبل راقم سے فرمائش کی کہ میں ان مضامین کو ترتیب دوں۔ یہ محض ان کی شفقت، حسنِ ظن اور ایک قسم کا اعتماد تھا ورنہ ''من آنم کہ من دانم'' اس کام کے لیے اتنا وقت درکار نہ تھا جتنا راقم کی ذاتی مصروفیات اور بعض خانگی مسائل کے باعث لگ گیا۔ حضرت کی زبردست خواہش تھی اور برابر اصرار رہا کہ یہ مضامین ان کی زندگی میں شائع ہو جائیں مگر ''اے بسا آرزو کہ خاک شدہ'' کے مصداق ایسا نہ ہو سکا۔ تاہم بحمداللہ اتنا ضرور ہوا کہ ان میں سے زیادہ تر

مضامین کو راقم نے مرتب کرلیا اور ان کے ایک ایک صفحہ بلکہ ایک ایک لفظ اور جملہ کو دیکھ کر آپ نے بعض اصلاحات کے ساتھ ان پر اطمینان کا اظہار فرمایا۔ البتہ ایک مضمون ''صحابہ کرام کی عمومی فضیلت اور متفرقات'' کی ترتیب وتحریر کو آپ ملاحظہ نہیں فرما سکے۔ راقم نے پوری کوشش کی ہے کہ اس مضمون میں بھی دیگر مضامین کی طرح آپ کے مزاج کو مدنظر رکھوں۔

اب یہ مضامین فوائد نافعہ حصہ سوم کے طور پر ''عظمتِ صحابہ کرامؓ '' کے عنوان سے شائع کیے جا رہے ہیں۔ طباعت کی سعادت دارالکتاب اردو بازار لاہور کے مدیر حضرت مولانا کے بے لوث عقیدت مند اور علم دوست حافظ محمد ندیم صاحب اور حضرت کے صاحبزادگان کے حصہ میں رہی ہے۔ کتاب کی ترتیب اور مندرج تصریحات کی تفہیم میں اگر کہیں جھول نظر آئے تو اسے مرتب کی کم علمی پر محمول کیا جائے۔ حضرت مولاناؒ کا دامن اس سے پاک ہے۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ کریم حضرت مولانا کی تمام علمی و دینی خدمات کو قبول فرماتے ہوئے انہیں اعلیٰ علیّین میں جگہ عنایت فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم۔

ڈاکٹر حافظ محمد سعد اللہ

ایڈیٹر اردو دائرہ معارف اسلامیہ،

پنجاب یونیورسٹی لاہور

مورخہ ۲۵ شوال ۱۴۳۶ھ

۱۱/ اگست ۲۰۱۵ء

حُجیتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

دین و دنیا کے تمام مسائل و احکام میں جس طرح قرآن مجید، سنّت رسول صلّی اللہ علیہ وسلم، اجماعِ امّت اور قیاسِ شرعی حجّت، دلیل اور فقہی مآخذ ہیں اسی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا قول، فیصلہ، رائے اور طرزِ عمل یا تعامل بھی جمہور فقہاء، ائمہ مجتہدین اور اصولیّین کے نزدیک بعض شرائط کے ساتھ استنباطِ احکام کے لیے ایک شرعی حجت، مستقل دلیل اور فقہی ماخذ ہے۔ کیوں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت وہ خوش نصیب لوگ ہیں جنہیں خالقِ کائنات نے اپنے آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ علیہ التحیۃ والثناء اور اپنے آخری آفاقی اور دائمی دین کی حمایت و نصرت اور تائید کے لیے منتخب فرمایا۔ انہیں براہِ راست صحبتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض یاب ہونے، تعلیم و تربیت حاصل کرنے اور شب و روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات اور پاکیزہ اطوار دیکھنے کا اعزاز حاصل ہوا۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فکری و عملی زندگی کو اپنی زندگیوں میں معمول بنا لیا تھا۔ محض زبانی کلامی نہیں بلکہ عملی طور پر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ میں رنگے گئے تھے۔

علاوہ ازیں دینِ اسلام کے اولین اور بنیادی سرچشمہ ''کتاب اللہ'' کا نزول ان کے سامنے ہوا۔ ایسی حالت میں ان سے بڑھ کر اسلام اور پیغمبرِ اسلام کے مزاج کو کون سمجھ سکتا ہے اور ان کی رائے سے زیادہ کس فقیہ اور مجتہد کی رائے صحیح ہو سکتی ہے؟

اس امر میں کوئی شبہ نہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معصوم نہیں تھے۔ بعض حضرات

سے کوتاہیاں اور باہمی اختلافات بھی واقع ہوئے، اس کے باوجود اللہ کریم کی طرف سے ان کے لیے اپنی رضا کا اعلان "رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ"[1] (اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے) ان کے قول و عمل، فیصلہ، رائے اور اجتہاد کے صائب ہونے کی بہت بڑی دلیل ہے۔

اسی طرح ان کے طرزِ عمل اور رائے کی اصابت پر مہر تصدیق ثبت کرتے ہوئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم."[2]

"میرے تمام صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، تم ان میں سے جس کی بھی اقتداء (پیروی) کرو گے ہدایت پاؤ گے۔"

اسی طرح نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نورِ نبوت سے بنی اسرائیل کی طرح امت میں پیدا ہونے والی فرقہ بندی اور گروہ بندی کو دیکھتے ہوئے فرمایا کہ بنی اسرائیل بہتّر فرقوں میں بٹ گئے تھے اور میری امت (اس معاملے میں ایک قدم آگے) تہتّر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ جن میں سے بہتّر فرقے ناری اور صرف ایک فرقہ (ملت) ناجی ہو گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا:

"من ھی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟"

"وہ کون سا فرقہ ہو گا؟" تو فرمایا:

"ما انا علیہ واصحابی."

وہ فرقہ وہ ہو گا جو میرے اور میرے صحابہ کے راستے پر چلنے والا ہو گا۔[3]

---

[1] سورۃ التوبہ ۹:۱۰۰

[2] خطیب تبریزی: مشکوٰۃ المصابیح (باب مناقب الصحابۃ۔ آخری حدیث) ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۳۹۹ھ، ص ۵۵۴

[3] ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ: جامع الترمذی (ابواب الایمان باب افتراق ھذہ الامۃ) مکتبہ رحمانیہ لاہور ج ۳ ص ۵۴۸-۵۴۹

خطیب تبریزی: مشکوٰۃ المصابیح (باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ۔ الفصل الثانی) ص ۳۰

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اختلاف کے مواقع پر جہاں اپنی سنت کی پیروی کا حکم دیا وہاں بطور خاص خلفائے راشدین کی سنت پر چلنے کی بھی وصیت فرمائی۔ فرمایا:

"......فانه من يعش منكم بعدى فسيرى اختلافاً كثيراً فعليكم بسنّتى وسنة الخلفاء الراشدين المهديين تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ" ❶

"تو بے شک تم میں سے جو آدمی میرے بعد زندہ رہے گا تو وہ بہت اختلاف دیکھے گا۔ تو ایسے موقع پر تمہارے اوپر میری سنت اور اُن خلفاء کے سنت (طریقے) پر چلنا لازم ہے جو راہِ راست پر چلنے والے اور ہدایت یافتہ ہیں۔ لہٰذا اُسی (میری اور خلفائے راشدین کی سنت) سے چمٹے رہنا اور اسے مضبوطی سے پکڑے رکھنا۔"

اس حدیث کی شرح میں ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ "الراشدین المهدیین" کا صحیح معنوں میں اطلاق خلفائے اربعہ (حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان ذوالنورین اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم) پر ہوتا ہے۔ پھر ان کی خلافت کے زمانے میں ان کے ذریعے دین اسلام کو جو ترویج ملی، اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جس کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں۔ ❷

شرعی احکام و مسائل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اقتداء و پیروی کی اہمیت کو معروف فقیہ صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یوں واضح کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

"من كان مستناً فليستنّ بمن قدمات فان الحىّ لاتؤمن عليه

---

❶ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث: السنن (کتاب السنة باب فی لزوم السنة) مکتبہ رحمانیہ ج ۲ ص ۳۹۰ رقم الحدیث ۴۶۲۳

خطیب تبریزی: مشکوٰۃ المصابیح (باب الاعتصام بالکتاب والسنة۔ الفصل الثانی) ص ۳۰

❷ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح مکتبہ امدادیہ ملتان س۔ن ۲۴۲/۱

الفتنة اولئک اصحٰب محمد صلی الله علیه وسلم کانوا افضل هذه الامة ابرّها قلوبا واعمقها علما واقلها تکلفًا اختارهم الله لصحبة نبیه ولاقامة دینه فاعرفوالهم فضلهم واتبعوهم علی اثرهم وتمسکوا بمااستطعتم من اخلاقهم وسیرهم فانهم کانوا علی الهدی المستقیم." (رواہ رزین) [1]

"جو آدمی (کسی معاملے میں) کسی کی سنت وطریقہ کی پیروی کرنا چاہے تو اسے چاہیے کہ وہ ان لوگوں کے طریقہ پر چلے جوفوت ہو چکے ہیں کیوں کہ زندہ آدمی (عموماً) دین میں فتنہ سے مامون (محفوظ) نہیں ہوتا۔ وہ (قابل پیروی لوگ) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہیں جو اس امت میں سب سے افضل، دلوں کے اعتبار سے سب سے نیک، علم میں سب لوگوں سے گہرے اور سب سے کم تکلف کرنے والے تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور اپنے دین کے قائم رکھنے کے لیے (ساری کائنات سے) منتخب فرمایا۔ اس لیے (دوسروں کے مقابلے میں) ان کی فضیلت (عظمت) کو پہچانو اور (علم وعمل میں) ان کے نقشِ قدم پر چلو اور مقدور بھر ان کے اخلاق اور ان کی سیرتوں کو پکڑے رہو کیوں کہ وہ سیدھی راہ پر تھے۔"

صحابہ کرام کے طرزِ عمل اور تعامل کے حجت ہونے اور ان کے ہدایت یافتہ اور راہِ حق پر ہونے سے متعلق اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی درج بالا گواہیوں کے مدِّ نظر ہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ جیسے فقیہ اور مجتہد نے جنہیں علمائے امت نے "امام اعظم" کا لقب دیا، اپنے فقہی مذہب کے طریق استدلال کی وضاحت اور قیاس کے حوالے سے مخالفین کی غلط فہمی کا ازالہ کرتے ہوئے فرمایا:

"**انّی اٰخذ بکتاب الله اِذا وجدته فمالم اجد فیه اخذت بسنة**

---

[1] خطیب تبریزی: مشکوٰۃ المصابیح (باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ) طبع مذکور، ص ۳۲

رسول الله صلى الله عليه وسلم والآثار الصحاح عنه التى فشت فى ايدى الثقات فاذا لم اجد فى كتاب الله ولا فى سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم اخذت بقول اصحابه من شئت وادع قول من شئت ثم لا اخرج من قولهم الىٰ قول غيرهم فاذا انتهى الامر الىٰ ابراهيم والشعبى والحسن وابن سيرين وسعيد بن المسيب وعدّ رجالا قد اجتهدوا فلى اجتهد كما اجتهدوا."[1]

''بے شک میں (سب سے پہلے) کتاب اللہ (قرآن مجید) سے مسئلہ اخذ کرتا ہوں جب کہ اسے (کتاب اللہ میں) پالوں۔ پس جو مسئلہ میں کتاب اللہ میں نہ پاسکوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ان صحیح احادیث سے لیتا ہوں جو ثقہ راویوں کے ہاں مشہور ہو چکی ہوں۔ پھر جب میں کوئی حکم نہ کتاب اللہ میں پاؤں اور نہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تو اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے (اپنے حالات کے تقاضے کے مطابق) جس کے قول (رائے) سے چاہوں لے لیتا ہوں اور جس صحابی کا قول چاہوں چھوڑ دیتا ہوں مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قول (رائے) چھوڑ کر ان کے غیر کے قول (رائے) کی طرف نہیں جاتا ہوں۔ مگر معاملہ جب ابراہیم، شعبی، حسن، ابن سیرین اور سعید بن میسّب رحمہم اللہ

---

[1] موفّق مکی: مناقب ابی حنیفہ، دار الکتاب العربی بیروت لبنان ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء، ج ۱ ص ۸۰۔

امام ابو حنیفہ کے اس طریق استدلال کی مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو!

حافظ ابن حجر مکی: الخیرات الحسان فی مناقب ابی حنیفۃ النعمان (مع اردو ترجمہ) مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی۔ ص ۹۴

الشعرانی، امام عبدالوہاب: المیزان الکبریٰ (اردو ترجمہ از مولانا محمد حیات سنبھلی) ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۱۴۱۰ھ جلد اول ص ۱۷۰۔

الکردری، حافظ الدین بن محمد: مناقب ابی حنیفۃ، دار الکتاب العربی بیروت لبنان ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء ج ۲ ص ۱۹۰-۱۹۱۔

(آپ کے معاصرین ائمہ و فقہاء) تک پہنچ جائے۔ اسی طرح راوی کے مطابق کچھ اور معاصر مجتہدین کا بھی آپ نے شمار کیا تو مجھے حق ہے کہ جس طرح انہوں نے (مسائل کے استنباط اور استخراج میں) اجتہاد سے کام لیا میں بھی اجتہاد سے کام لوں۔"

علمائے اصول نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے شرعی اعمال میں حجت ہونے کے بارے مذکورہ تصریحات کے پیش نظر صحابی کی تقلید کو واجب قرار دیا ہے۔ چنانچہ صاحب الحسامی علامہ حسام الدین سنت کی بحث کے آخر میں امام ابوسعید البردعی کے حوالے سے فرماتے ہیں:

"تقليد الصحابى واجب يترك به القياس لاحتمال السماع والتوقيف ولفضل اصابتهم فى نفس الرأى بمشاهدة احوال التنزيل ومعرفة اسبابه." [1]

"صحابی (مجتہد) کی تقلید (بعد کے لوگوں پر) واجب ہے۔ اس کے قول و مذہب کے مقابلے میں قیاس کو چھوڑ دیا جائے گا کیوں کہ اس بات کا احتمال ہے کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر بات کہی ہو۔ اور اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات نہیں سنی تو بھی ان کی رائے زیادہ صحیح ہو گی۔ اس لیے کہ انہوں نے نزولِ قرآن کے احوال اور اس کے اسباب کی معرفت کا براہِ راست مشاہدہ کیا۔"

اسی طرح مشہور اصولی عالم صاحب التوضیح صدر الشریعہ عبیداللہ بن مسعود (م: ۷۴۷ھ) صحابی کی تقلید کے واجب ہونے کی بحث میں وجوب تقلید کی نقلی اور عقلی دلیل دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"...... وعند ابى سعيد البردعى رحمه الله يجب لقوله عليه السلام

---

[1] حسام الدین محمد بن محمد بن عمر الاخسیکثی (۶۴۴ھ) الحسامی (مع شرح النامی) مکتبہ امدادیہ ملتان س۔ن ص ۱۹۰-۱۹۱

اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم واقتدوا بالذین من بعدی تمام الحدیث ابی بکر و عمر ولان اکثر اقوالھم مسموع من حضرۃ الرسالۃ وان اجتھدوا فرأیھم اصوب لانھم شاھدوا موارد النصوص ولتقدمھم فی الدین ولبرکۃ صحبۃ النبی علیه السلام و کونھم فی خیر القرون." [1]

''ابوسعید البردعی کے نزدیک صحابہ کی تقلید واجب ہے جس کی نقلی دلیل یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں تم جس کی بھی اقتداء کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد ابوبکر وعمر کی اقتداء کرنا اور صحابہ کی تقلید کی عقلی دلیل یہ ہے کہ ان کے زیادہ تر اقوال زبان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے ہوئے ہیں اور اگر انہوں نے اجتہاد بھی کیا ہے تو ان کی رائے زیادہ صحیح ہے کیوں کہ انہوں نے نصوص کے موقع محل کا براہِ راست مشاہدہ کیا ہے اور اس لیے بھی کہ انہیں دین میں تقدم وسبقت حاصل ہے۔ علاوہ ازیں وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت سے فیض یاب ہوئے اور اس کے ساتھ (حدیث نبوی کی رو سے) ان کا زمانہ خیر القرون (سارے زمانوں سے افضل زمانہ) تھا۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رائے اور تعامل کے شرعی حجت ہونے کے درج بالا موقف ☆ کی تائید میں وطن عزیز کے معروف عالم دین، انتہائی محتاط و مستند اسلوبِ تحقیق کے حامل اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت و دفاع میں ''رحماء بینھم مع مسئلہ اقربا نوازی''

---

[1] التوضیح (مع التلویح للتفتازانی) نور محمد، اصح المطابع وکارخانہ تجارت کتب کراچی، ۱۴۰۰ھ، ج ۲ ص ۴۴۷

☆ جس کی بقدر ضرورت وضاحت درج بالا سطور میں ہو چکی ہے۔ زیادہ تفصیل کی یہاں گنجایش نہیں ہو سکتی۔ تفصیل کے خواہاں لوگ اصول فقہ کی کتابوں کی طرف رجوع فرمائیں۔

''سیرتِ علی'' ''سیرتِ امیر معاویہ'' ''سیرتِ ابوسفیان'' وغیرہ جیسی معتمد و تحقیقی کتابوں کے مصنف حضرت مولانا محمد نافع صاحب مدظلہ [1] (ساکن جامعہ محمدی شریف، ضلع چنیوٹ) نے چند شواہد، مثالیں، دلائل اور حوالہ جات جمع کیے ہیں۔

راقم نے آئندہ سطور میں ان شواہد اور حوالہ جات کو ترتیب دینے اور ان کی ضروری تشریح وتوضیح کرنے کی کوشش کی ہے۔

---

[1] کتاب ہٰذا کی ترتیب کے وقت تو حضرت ماشاء اللہ ''مدظلہ'' ہی تھے اور زیرِ نظر مضمون کو ملاحظہ فرما کر اطمینان کا اظہار بھی فرمایا مگر اب کتاب کی طباعت کے وقت بڑے افسوس کے ساتھ آپ کے نام کے ساتھ ''رحمۃ اللہ'' لکھا جارہا ہے۔ مرتب

حجیت کا مسئلہ

حضرت مولانا محمد نافع صاحب نے ''حجیت کا مسئلہ'' کا عنوان قائم کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''دینی و شرعی مسائل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قول و فعل حجتِ شرعی ہے۔ بشرطیکہ کسی نص صریح (آیت و حدیث صحیح) کے خلاف نہ پایا جائے اور دیگر اکابرین صحابہ نے اس کو رَدّ نہ کر دیا ہو وغیرہ وغیرہ شروط کے ساتھ ملحوظ ہیں۔''

پھر اس عبارت میں مزید تشریح کے لیے یہ ''نوٹ'' لکھا ہے کہ:

''الاقتداء بالصحابۃ کی بحث اصولِ فقہ میں تفصیل طلب ہے۔ فلہٰذا شروط و قیود کا لحاظ ضروری ہے۔''

پھر لکھتے ہیں:

''مسئلہ ہٰذا کے لیے بیش تر مثالیں موجود ہیں مگر یہاں بطور نمونہ کے چند مثالیں نقل کر دی ہیں۔''

اس کے بعد حضرت موصوف نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قول و فعل کے شرعی حجت ہونے کے مذکورہ دعویٰ کی دلیل کے طور پر آٹھ دس مثالیں درج کی ہیں۔ ان مثالوں کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ بیس تراویح کا مسئلہ

تراویح کی تعداد بیس ہونے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل حجت ہونے کی مثال بیان کرتے ہوئے مولانا موصوف فرماتے ہیں:

''مسئلہ بیس تراویح با جماعت ادا کرنا (مساجد میں)
یہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے انتظام اور مشورہ سے ہے۔
نوٹ: یہ ۱۴ھ میں باقاعدگی سے شروع ہوئیں اور کسی مشہور صحابی نے اس کے خلاف آواز نہیں اٹھائی اور نہ مخالفت کی۔'' (تاریخ الطبری جلد خامس ص ۲۲ تحت ۲۳ھ)

نماز تراویح کی مقدار یا تعداد کا مسئلہ علماء خصوصاً مقلدین اور غیر مقلدین میں مختلف فیہ مسئلہ ہے۔ جس کی تفصیل میں جانا اور فریقین کے دلائل کا جائزہ لینا یہاں ممکن ہے نہ مناسب۔ بہر کیف فقہاء نے رمضان المبارک میں بیس رکعات تراویح با جماعت ادا کرنے میں مواظبت پر جس چیز سے حجت اختیار کی ہے وہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں دوسرے خلیفہ راشد حضرعمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فیصلہ اور مستقل با جماعت تراویح کا انتظام کرنا ہے جس کی طرف درج بالا مثال میں اشارہ کیا گیا ہے۔ چنانچہ نامور فقیہ علامہ کاسانی رحمہ اللہ نمازِ تراویح کی مقدار بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"واما قدرها فعشرون ركعةً فى عشر تسليمات فى خمس ترويحات كل تسليمتين ترويحة، وهذا قول عامة العلماء ...... والصحيح قول العامة لماروى "ان عمر رضى الله عنه جمع اصحاب رسول الله صلّى الله عليه وسلّم فى شهر رمضان على ابىّ بن كعبؓ فصلّى بهم فى كل ليلة عشرين ركعةً" ولم ينكر

علیه احد فیکون اجماعاً منهم علی ذالک." [1]

"اور جہاں تک نماز تراویح کی مقدار (تعداد رکعات) کا تعلق ہے تو وہ دس تسلیمات (سلام) کے ساتھ بیس رکعات ہیں۔ ہر دو تسلیمات (۴ رکعات) کے بعد ایک تراویح (آرام کا وقفہ) اور کل پانچ ترویحات (آرام کے وقفوں) میں بیس رکعات ادا کی جاتی ہیں اور یہ عام علماء (فقہاء) کا قول ہے ......صحیح قول عام علماء (فقہاء) کا ہی ہے۔ اس لیے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رمضان المبارک کے مہینے میں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو الگ الگ تراویح پڑھتے دیکھا تو) اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ (سب سے بڑے قاری صحابی) کے پیچھے جمع کر دیا اور انہوں نے ہر رات میں بیس رکعات تراویح پڑھائی۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس طرزِ عمل یا انتظام پر کسی صحابی نے بھی اعتراض نہ کیا تو گویا اس پر ان کا اجماع ہو گیا۔"

اسی طرح صاحبِ ہدایہ نے تراویح پر خلفائے راشدین کی مواظبت (مداومت، ہیشگی) سے شرعی حجت پکڑتے ہوئے نماز تراویح کو سنت قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں:

"والاصح انها سنةٌ، كذا روى الحسن عن ابى حنيفة رحمه الله لانّه واظب عليها الخلفاء الراشدون رضى الله عنهم والنبى عليه الصلوٰة والسلام بيّن العذر فى تركه المواظبة وهو خشية ان تكتب علينا."

"اور صحیح ترین بات یہ ہے کہ نماز تراویح سنت ہے (نہ کہ مستحب) اسی طرح امام حسن بن زیاد نے حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے۔ کیوں کہ نماز تراویح پر خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم (حضرت عمر، حضرت عثمان،

---

[1] کاسانی، علاؤالدین ابوبکر بن مسعود (متوفی: ۵۸۷ھ) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع (کتاب الصلوٰۃ/صلوٰۃ التراویح) مؤسسۃ التاریخ العربی بیروت۔ لبنان الطبع الاول ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۷ء جلد اول ص ۶۴۴

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم) نے مواظبت (ہمیشگی) اختیار فرمائی ہے۔ جب کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز تراویح میں مواظبت ایک عذر کی بنیاد پر ترک کردی تھی اور وہ (عذر) تراویح کا ہمارے اوپر فرضیت کا خوف تھا۔"[1]

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو امت پر شفقت فرماتے ہوئے اس لیے باجماعت نمازِ تراویح پر مواظبت اختیار نہ فرمائی کہ کہیں یہ نماز لوگوں پر فرض نہ ہو جائے ☆ جس کی طرف صاحبِ ہدایہ نے بھی اوپر کی عبارت میں اشارہ کیا ہے۔ مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (صاحبِ شریعت) کے وصال کے بعد جب تراویح کی نماز باجماعت پڑھانے پر مواظبت سے فرضیت کا خدشہ ختم ہو گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو باجماعت تراویح کا انتظام فرمانے کا خیال کیسے آیا؟ اس کی وضاحت بے جا نہ ہو گی۔ چنانچہ حضرت عبدالرحمن بن عبدالقاری کہتے ہیں کہ میں ایک رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد کی طرف نکلا تو لوگ الگ الگ جماعتوں کی شکل میں (نماز تراویح پڑھ رہے) تھے۔ کوئی اکیلا پڑھ رہا تھا اور کسی کے ساتھ چند آدمی باجماعت پڑھ رہے تھے، تو (یہ صورتِ حال دیکھ کر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر ان تمام لوگوں (نمازیوں) کو ایک ہی قاری (امام) کے پیچھے جمع کر دیا جائے تو وہ زیادہ بہتر ہو گا۔ پھر آپ نے اس ارادہ کو عملی جامہ پہناتے ہوئے سب کو (معروف قاری صحابی) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی (امامت) پر جمع کر دیا۔ راوی کہتے ہیں پھر میں ایک دوسری رات آپ کے ہمراہ نکلا تو تمام لوگ ایک ہی قاری (امام) کے ساتھ نماز تراویح پڑھ رہے تھے تو حضرت عمر

---

[1] مرغینانی، برہان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر (متوفی: ۵۹۳ھ): الہدایہ فی شرح بدایۃ المبتدی کتاب الصلوٰۃ فصل فی قیام شہر رمضان، دار احیاء التراث العربی بیروت۔ لبنان س۔ن ج ۱ ص ۷۰

☆ تفصیل کے لیے دیکھیے: بخاری، امام محمد بن اسماعیل: الصحیح (کتاب الاذان، کتاب الجمعۃ، کتاب الصوم) اصح المطابع کراچی ج ۱ ص ۱۰۱، ۱۲۶، ۲۶۹؛ مسلم، بن حجاج القشیری: الصحیح مع شرح نووی (کتاب صلوٰۃ المسافر باب الترغیب فی قیام رمضان وھو التراویح) قدیمی کتب خانہ کراچی ج ۱ ص ۲۵۹-۲۶۶

رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "نعمت البدعة هذه" یہ باجماعت تراویح کتنی اچھی بدعت (یعنی عہد نبوی کے بعد بہتر طریقہ) ہے۔" ❶

۲۔ جمعہ کی اذان ثانی

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قول وفعل کے حجت ہونے کی دوسری مثال بیان کرتے ہوئے مولانا محمد نافع صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ندا (اذان) ثانی جمعہ میں دینا (تمام مساجد میں) یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فرمان سے جاری ہوئی۔

نوٹ: یہ ۳۰ھ میں جاری ہوئی تھی۔ (وفی هذه السنة زاد عثمان النداء الثالث على الزوراء)

۱۔ تاریخ طبری ج ۵ ص ۶۸ تحت سن ثلاثین ۳۰ھ

۲۔ وفی السنة الثلاثین زاد عثمان النداء الثانی علی الزوراء حیث کثر الناس کتاب الثقات لابن حبان ج ۲ ص ۲۵۰ تحت السنة الثلاثین"

تاریخ طبری اور کتاب الثقات کی درج بالا دونوں عبارات کا مطلب یہ ہے کہ ۳۰ھ میں جب لوگوں کی کثرت ہوگئی تو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے نمازِ جمعہ کے لیے منارہ پر دوسری اذان (جو عملی طور پر پہلی ہوتی ہے) کا اضافہ کیا۔ اور اس اضافہ پر کسی صحابی نے اعتراض نہ کیا۔ چنانچہ اس چیز یا اضافہ کی تفصیل درج ذیل روایت میں کچھ یوں ہے کہ

"عن المسائب بن یزید قال کان النداء یوم الجمعة اوله اذا جلس الامام علی المنبر علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم و ابی بکر و عمر فلما کان عثمان و کثر الناس زاد النداء الثالث

---

❶ خطیب تبریزی، مشکوۃ المصابیح (باب قیام شہر رمضان) ص ۱۱۵

علی الزوراء رواہ البخاری." ❶

"حضرت سائب بن یزید کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں جمعہ کے دن جب امام منبر پر (خطبہ کے لیے) بیٹھتا تو پہلی اذان دی جاتی۔ مگر جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا عہدِ خلافت آیا اور لوگوں (آبادی) کی کثرت ہوگئی تو آپ نے منارہ پر تیسری نداء (مروجہ ترتیب سے پہلی اذان) دینے کا اضافہ کردیا (تاکہ لوگ خطبہ سے پہلے ہی مسجد میں جمع ہو جائیں)۔"

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس فعل کو شرعی حجت سمجھتے ہوئے تمام علمائے امت نے جمعہ کی اس دوسری اذان (جو عملی طور پر پہلی ہوتی ہے) کو جائز اور جمعہ کے شرعی احکام میں سے ایک شرعی حکم تصور کیا۔

۳۔ باغیوں کا حکم

باغیوں کے حکم میں فقہاء نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایک قول سے استدلال کیا ہے۔ اس کی مثال دیتے ہوئے حضرت مولانا نافع رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

"ہدایہ اولین باب البغاۃ (کتاب السیر) میں مسئلہ شرعی درج ہے کہ

ولا یسبی لھم ذریۃ اذا ظھر علیھم ولا یقسم لھم مال (بین المقاتلۃ) لقول علیؓ فیما روی ابن ابی شیبہ ان علیا لما ھزم طلحہ واصحابہ امر منادیا فنادی ان لا یقتل مقبلٌ ولا مدبرٌ یعنی بعد الھزیمۃ ولا یفتح باب ولا یستحل فرج ولا مال...... الخ.

[فتح القدیر ج ۴ ص ۴۱۲ مع عنایہ باب البغاۃ طبع مصر]"

"اسلامی حکومت کے خلاف کوئی مسلمان گروہ بغاوت کر دے اور ان کی

---

❶ خطیب تبریزی، مشکوٰۃ المصابیح (باب الجمعۃ/باب الخطبۃ والصلوٰۃ) ص ۱۲۳

بغاوت کو کچلنے کے لیے امام/خلیفہ ان سے جنگ کرے اور ان پر غلبہ پا لے تو کفار جنگجوؤں کی طرح ان کے بچوں کو قیدی نہیں بنایا جائے گا اور نہ ہی مجاہدین کے درمیان ان کا مال، مالِ غنیمت سمجھتے ہوئے تقسیم کیا جائے گا۔ اس شرعی حکم کی دلیل حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا وہ فرمان ہے جسے ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ جنگِ جمل کے موقع پر جب حضرت طلحہ اور ان کے ساتھی شکست کھا چکے تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک منادی کو یہ اعلان کرنے کے حکم دیا کہ کسی بھی مقابلہ کرنے والے یا پیٹھ پھیر کر بھاگنے والے کو قتل نہ کیا جائے یعنی شکست کے بعد۔ اسی طرح ان میں سے کسی کے گھر کا دروازہ نہ کھولا جائے اور نہ ان کی خواتین لونڈیاں ہیں کہ ان کی شرم گاہیں حلال ہو جائیں اور نہ ان کا مال تمہارے لیے حلال ہے۔''

باغیوں کے احکام میں فقہاء نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ایک عمل کو بھی شرعی حجت قرار دیا ہے۔ چنانچہ صاحب ہدایہ باب البغاۃ کے بالکل ابتداء میں فرماتے ہیں:

''(واذا تغلب قوم من المسلمين على بلد وخرجوا من طاعة الامام دعاهم الى العود الى الجماعة و كشف من شبهتم) لان عليا رضى الله عنه فعل كذالک باهل حروراء قبل قتالهم......الخ.''[1]

''اور جب مسلمانوں کی کوئی جماعت طاقت کے بل بوتے پر کسی شہر (علاقے) پر غلبہ پا لے (قبضہ کر لے) اور امام کی اطاعت سے نکل جائے تو امام/خلیفہ کو چاہیے کہ وہ انہیں دوبارہ جماعت کی طرف لوٹنے کی دعوت دے اور ان کے تحفظات دور کرے کیوں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اہل

---

[1] مرغینانی: الهدایہ فی شرح بدایۃ المبتدی (کتاب السیر باب البغاۃ) دار احیاء التراث العربی بیروت۔ لبنان ج ۲ ص ۴۱۱-۴۱۲

حروراء کے ساتھ اسی طرح کیا تھا۔''

علامہ کاسانی رحمہ اللہ نے بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مذکورہ فعل کو شرعی حجت قرار دیتے ہوئے باغیوں کے احکام کا استنباط کیا ہے۔ ❶

۴۔ مسافر کے لیے قربانی کا مسئلہ

فقہاء نے مسافر پر قربانی واجب نہ ہونے کے شرعی حکم میں خلفائے راشدین کے قول و فعل سے استدلال کیا ہے۔ چنانچہ اس کی مثال دیتے ہوئے مولانا محمد نافع صاحب مدظلہ (اب رحمۃ اللہ) فرماتے ہیں:

''(متن) قال (القدوری) وليس على الفقير والمسافر اضحية لما بيّنا.

وابوبكر و عمر كانا لا يضحيان اذا كانا فسافرين وعن عليؓ ليس على المسافر جمعة والاضحية.''

[ہدایہ اخیرین کتاب الاضحیۃ ج ۴ ص ۴۲۹ مطبع مصطفائی لکھنو]

''امام قدوری نے فرمایا کہ فقیر اور مسافر آدمی پر قربانی واجب نہیں جیسا کہ ہم نے اوپر واضح کیا اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما جب سفر میں ہوتے تھے تو قربانی نہیں کیا کرتے تھے اور اسی طرح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (آپ نے فرمایا) مسافر پر جمعہ کی نماز فرض نہیں اور نہ قربانی۔''

اسی طرح قربانی کے جانوروں کے معاملے میں بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طرزِ عمل کو بھی شرعی حجت قرار دیا ہے۔ اس کی مثال دیتے ہوئے مولانا موصوف لکھتے ہیں:

''(متن) ...... والاضحية من الابل والبقر والغنم لا نها عرفت

---

❶ دیکھیے: بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع (اردو ترجمہ) بحث ''باغیوں کے احکام'' مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور ۱۹۸۷ء ج ۷ ص ۳۵۴

شرعاً ولم تنقل التضحية بغيرها من النبى عليه السلام ولا من الصحابة رضى الله عنهم.''

[ہدایہ اخیرین (کتاب الاضحیہ) ج ۴ ص ۴۳۲ طبع مصطفائی لکھنو]

''اور قربانی (مویشیوں میں) اونٹ، گائے اور بھیڑ بکری کی ہوگی کیوں کہ شرعی طور پر یہ چوپائے (مویشی) ہی معروف ہیں اور ان جانوروں کے علاوہ کسی دوسرے جانور کی قربانی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں اور نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔''

۵۔ شراب نوشی کی سزا (حد) کا مسئلہ

شراب نوشی کی حد (شرعی سزا) کے تعین میں بھی فقہاء نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل کو حجت قرار دیا ہے۔ چنانچہ اس کی مثال دیتے ہوئے مولانا موصوف فرماتے ہیں:

''شراب نوش کے لیے پہلے غالباً چالیس کوڑے سزا تھی۔ بعد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسّی کوڑے تجویز کیے تھے......الخ۔ یہ مسئلہ بھی حجیت صحابہ کرام میں داخل ہے۔''

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کے مطابق عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جب کسی پر شراب نوشی کا جرم ثابت ہو جاتا تو بلا کسی تعیین کے اسے کھجور کی ٹہنیوں اور جوتوں سے مارا پیٹا جاتا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ سزا چالیس دُرّے کر دی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ابتدائی عہد میں بھی اسی پر عمل ہوتا رہا مگر اس پرانی عادت کے باعث جب لوگوں سے اس جرم کا ارتکاب زیادہ ہونے لگا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس معاملے میں صحابہ کرام سے مشورہ کیا۔ اس

مشورے میں حضرت علی المرتضیٰؓ نے امیر المؤمنین کو مشورہ دیا کہ:

"اری ان تجلده ثمانین جلدة فانهٗ اذا شرب سکر واذا سکر هذی واذا هذیٰ افتری فجلد عمر فی حد الخمر ثمانین رواه مالک." ❶

''میرے خیال میں آپ شرابی کو اسّی کوڑوں کی سزا دیں کیوں کہ جب وہ شراب پیتا ہے تو نشہ میں مدہوش ہو جاتا ہے اور جب مدہوش ہوتا ہے تو ہذیان بکتا (غیر معقول باتیں) کرتا ہے اور جب ہذیان بکتا ہے تو افترا (بہتان تراشی) سے کام لیتا ہے (لہٰذا اس پر بہتان تراشی کی سزا (حد قذف) اسّی کوڑے لگنی چاہیے) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس مشورہ پر عمل کرتے ہوئے شراب نوشی کی سزا اسّی کوڑے کر دی۔''

۶۔ حضرات ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کا فعل صحابہ کے نزدیک بھی حجت

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرات شیخین (حضرات ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) کا ہر فعل خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک بھی حجت شرعی تھا۔

چنانچہ ہمارے ممدوح (حضرت مولانا محمد نافع رحمۃ اللہ) ''شیخین کریمین کا مقام تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نظروں میں (الحجية بفعلها)'' کا عنوان قائم کرتے ہوئے درج ذیل مثال دیتے ہیں:

---

❶ دیکھیے خطیب تبریزی، مشکوٰۃ المصابیح (باب حد الخمر) ص ۳۱۵-۳۱۶

کلام عبدالرحمٰن بن عوفؓ بموقع بیعت عثمانی ❶

"فقال هل انت مبايعی علیٰ كتاب الله وسنة نبيه صلی الله عليه وسلم وفعل ابی بكر و عمر؟ قال اللهم لا! ولكن علی جهدی من ذالک وطاقتی قال فارسل يده وقال قم الیّ يا عثمان فاخذ بيده فقال هل انت مبايعی علی كتاب الله وسنة نبيه صلی الله عليه وسلم وفعل ابی بكر و عمر؟ قال اللهم نعم...... الخ"

۱۔ تاریخ طبری ج ۵ ص ۴۰ تحت حالات بیعت عثمانی ۲۳ھ

۲۔ البدایہ لابن کثیر جلد سابع ص ۱۴۶ تحت سنہ ۲۴ھ"

"......تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے (حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑتے ہوئے) ان سے پوچھا: کیا تم اللہ کی کتاب اور اس کے نبی صلی

---

❶ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی شہادت سے قبل عشرہ مبشرہ میں سے چھ آدمیوں (حضرت عثمان بن عفان، حضرت علی المرتضیٰ، طلحہ بن عبیداللہ، زبیر بن العوام، سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم) کو نامزد کرتے ہوئے فرمایا: ان میں کسی ایک کو میرے بعد اپنا خلیفہ منتخب کر لینا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تدفین کے بعد چھ رکنی کمیٹی کا اجلاس ہوا تو تین آدمی تین کے حق میں اپنے حق سے دست بردار ہو گئے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں، حضرت سعد رضی اللہ عنہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے حق میں اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں۔ باقی تین آدمیوں میں سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف بھی اپنے حقِ خلافت سے اس شرط پر دست بردار ہو گئے کہ وہ اہل حل وعقد سے مشورہ کے بعد حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما میں سے جس کو بھی خلافت کے لیے نامزد کر دیں گے دوسرے کو اعتراض نہ ہوگا۔ چنانچہ تین دین تک اہل مدینہ سے انفرادی اور اجتماعی طور پر حتیٰ کہ خواتین اور باہر سے آنے والے لوگوں سے مشورہ کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ سب لوگ حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے۔ اس کے بعد انہوں نے مسجد نبوی میں ایک عام اجلاس بلایا اور سب لوگوں کی موجودگی میں حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما سے متن میں درج گفتگو فرمائی جس میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے طرزِ عمل کو بھی شرعی حجت قرار دیا۔

دیکھیے: ابن کثیر: البدایہ والنہایہ (خلافۃ امیر المؤمنین عثمان بن عفان ۲۴ھ) المکتبۃ الحقانیہ پشاور جلد ۷ ص ۱۵۶ تا ۱۵۸

اللہ علیہ وسلم کی سنت اور حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے فعل پر عمل پیرا رہنے کے عہد پر تم مجھے بیعت کرتے ہو؟ تو انہوں نے کہا نہیں، البتہ اپنی ہمت وطاقت کے مطابق ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش ضرور کروں گا۔ اس پر حضرت عبدالرحمٰن نے ان کا ہاتھ چھوڑ دیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا: میرے سامنے کھڑے ہو جائیے، پھر ان کا ہاتھ پکڑتے ہوئے ان سے کہا: کیا تم اللہ کی کتاب اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے حکومتی طریقہ کار پر عمل پیرا رہنے کے عہد پر مجھے اپنی بیعت خلافت میں لیتے ہو؟ تو انہوں نے کہا ہاں۔''

پھر مولانا موصوف روایت/واقعہ کی تائید میں ایک دوسری مستند کتاب کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا کلام اس موقع کے متعلق کتاب الثقات لابن حبان جلد ثانی میں بعبارت ذیل منقول ہے:

''...... ثم خطبهم فحمد الله واثنى عليه ثم قال اما بعد فانى نظرت فى احوال الناس وشاورتهم فلم اجدهم يعدلون بعثمان ثم قال يا عثمان! نبايعک على سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم والخليفتين من بعده قال نعم فبايعه عبدالرحمن وبايعه المهاجرون والانصار وامراء الاجناد والمسلمون وذالک لغرة المحرم (۲۴ھ).''

[کتاب الثقات لابن حبان ج ۲ ص ۲۴۳ تحت استخلاف عثمان]

''پھر انہوں نے لوگوں سے خطاب کیا۔ پہلے اللہ کی حمد وثناء کی، پھر فرمایا: امابعد، میں نے لوگوں کے احوال وحالات میں بڑا غور وخوض کیا ہے اور ان سے مشورہ بھی کیا ہے۔ تو میں نے انہیں پایا کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے

برابر کسی کو قرار نہیں دیتے پھر فرمایا: اے عثمان! ہم آپ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد دونوں خلفاء کے طریقِ کار پر چلنے کی بیعت کرتے ہیں۔ انہوں نے اس کے جواب میں فرمایا: ہاں (میں انہی کے طریق کار پر چلوں گا) تو حضرت عبدالرحمٰن نے سب سے پہلے ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور تمام مہاجرین، انصار، عساکر کے امراء اور دیگر تمام مسلمانوں نے بھی ان (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کی بیعت کی اور یہ واقعہ محرم ۲۴ھ کے اوائل کا ہے۔''

دیگر صحابہ کرام میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خلفائے ثلاثہ کے فعل سے جس طرح استدلال کیا، اس کی ایک مثال دیتے ہوئے مولانا فرماتے ہیں:

''طریقِ مکہ میں بعض لوگوں کو نوافل پڑھتے ہوئے ابن عمرؓ نے دیکھ کر فرمایا:

ما یصنع هؤلاء قلت یسبحون قال لو کنت مسبحا اتممت صلاتی. صحبت رسول الله صلی الله علیه وسلم فکان لا یزید فی السفر علی رکعتین وابابکر و عمر و عثمان کذالک، متفق علیه.

[مشکوٰۃ شریف باب صلوٰۃ السفر۔ الفصل الاول ص ۱۱۸]''

''یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ میں (راوی حفص بن عاصم) نے کہا یہ لوگ (قصر نماز کے بعد) نوافل وغیرہ پڑھ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر میں (سفر کے دوران) نفل پڑھنے والا ہوتا تو اپنی فرض نماز کو بھی پورا کرتا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کیا ہے مگر سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت (قصر) پر کوئی زیادتی نہیں فرمایا کرتے تھے اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔'' بخاری و مسلم نے اسے روایت کیا ہے۔

اسی طرح ایک اور جلیل القدر صحابی "حبر الامة" حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بھی حضرات شیخین کے طرزِ عمل کو شرعی حجت قرار دیتے ہیں۔ شرعی مسائل کے استنباط و استخراج میں ان کا عمومی طریق کار بیان کرتے ہوئے مولانا موصوف نے فرمایا ہے:

"غالباً السنن الکبری للبیہقی ...... وہاں ابن عباس فرماتے ہیں کہ جب مجھے کتاب اللہ و سنت نبوی میں مسئلہ نہ مل سکے تو میں حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے فرمان یا عمل میں اسے تلاش کرتا ہوں اور اس پر عمل کرتا ہوں ......الخ۔ یہ روایت بھی شیخینؓ کے عمل کو حجت شرعی قرار دیتی ہے۔"

درج بالا عبارت کے الفاظ سے واضح ہے کہ یہ عبارت اپنی یادداشت اور حافظے کی بنیاد پر لکھی گئی ہے۔ مگر مولانا موصوف نے اپنی ایک دوسری کتاب اسم بامسمیٰ "فوائدِ نافعہ" (حصہ اول) کے "مسئلہ تراویح" میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول کا باقاعدہ حوالہ، عربی عبارت اور ترجمہ بھی درج کیا ہے۔ ہم وہاں سے صرف اردو ترجمہ ذیل میں درج کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ "عبداللہ بن عباسؓ کا شرعی مسائل میں طریق کار" کی بغلی سرخی کے تحت لکھتے ہیں:

"جناب عبداللہ بن عباس ہاشمی رضی اللہ عنہ سے جب کوئی شخص مسئلہ دریافت کرتا تو اس کا حکم اگر کتاب اللہ میں موجود ہوتا تو اس کے مطابق فیصلہ کرتے اور اگر وہ مسئلہ کتاب اللہ میں نہیں ہے اور سنت نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں پایا جاتا تو سنت نبوی کے مطابق قول کرتے۔ اور اگر وہ مسئلہ نہ تو کتاب اللہ میں ہوتا اور نہ ہی سنت نبوی میں پایا جاتا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے فرمودات میں پایا جاتا تو آنموصوف ان حضرات کے قول کے مطابق عمل کرتے اور اگر مذکورہ بالا تینوں صورتیں نہ

ہوتیں تو پھر اپنی مجتہدانہ رائے پر عمل کرتے تھے۔“

[السنن الکبری للبیہقی ص ۱۱۵ ج ۱۰ (کتاب آداب القاضی) طبع قدیم (دکن)

مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: فوائد نافعہ (مسئلہ تراویح) تخلیقات لاہور ۲۰۰۲ء، ص ۲۵۷-۲۵۸

۷۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے اجتہاد کا بنیادی اصول

ائمہ مجتہدین میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قول وفعل کو شرعی حجت سمجھتے اور اسے اپنے ذاتی اجتہادی سے مقدم سمجھتے تھے۔ اس حوالے سے آپ نے اپنے اجتہاد کا جو بنیادی اصول اور طریقِ استدلال بیان فرمایا، اس کی تفصیل تمہیدی کلمات میں گزر چکی ہے۔ ہمارے ممدوح مولانا محمد نافع صاحب نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ اجتہادی اصول مختلف الفاظ میں اور دوسرے ذرائع سے درج کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

”امام اعظم ابوحنیفہ کا استدلال بالصحابہ (صحابہ کرام دین میں حجت ہیں)......

یقول آخذ بكتاب الله فما لم اجد فبسنة رسول الله (صلعم) فان لم اجد فبقول الصحابة آخذ بقول من شئت......الخ.

۱۔ مناقب الامام ابی حنیفہ للذھبی ص ۲۰ تحت عنوان ومن قولہ الرأی طبع حیدر آباد دکن

۲۔ تہذیب التہذیب لابن حجر تحت النعمان بن ثابت الامام ج ۱۰ ص ۴۵۱ طبع حیدر آباد دکن“

”آپ فرماتے ہیں میں پہلے کتاب اللہ (قرآن مجید) سے شرعی حکم/مسئلہ اخذ کرتا ہوں۔ جب وہ مسئلہ کتاب اللہ میں نہ پاؤں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی طرف رجوع کرتا ہوں، اگر وہاں بھی نہ ملے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے قول کی طرف رجوع کرتا ہوں اور ان میں سے جس صحابی کا قول چاہتا ہوں (اپنے حالات اور ضروریات کے مطابق) اسے لے لیتا ہوں۔ الخ“

۸۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں صحابہ کرام کا فتویٰ دینا

دینی مسائل واحکام میں قرآن وسنت کی روشنی میں اور اجتہاد وقیاس سے کسی مفتی اور عالم دین کا فتویٰ دینا بھی ایک قسم کی شرعی حجت ہے۔ عوام الناس جو اجتہادی بصیرت اور فقہی قیاس کو سمجھنا تو درکنار قرآن و حدیث کے ظاہری معنی اور عمومی احکام سے بھی لاعلم ہوتے ہیں وہ علمائے دین اور مفتیانِ کرام پر اعتماد کرتے ہوئے ان کے فتاویٰ کو شرعی حکم سمجھ کر ہی فتویٰ کے مطابق عمل کرتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صحبت اور تعلیم و تربیت سے صحابہ کرام کو شرعی مسائل میں فتویٰ دینے کا اہل بنا دیا تھا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی موجودگی میں بعض صحابہ کرام کی قرآن وسنت پر نظر اور اجتہادی بصیرت کو دیکھتے ہوئے انہیں افتاء کی اجازت مرحمت فرما رکھی تھی۔ اسی چیز کی وضاحت مولانا محمد نافع صاحب رحمہ اللہ اپنی کتاب ''سیرتِ علی المرتضیٰ'' (طبع دارالکتاب لاہور ص ۴۳۰ و بعد) میں فرمائی اور اسے زیر بحث مضمون میں بھی درج کرنے کی تحریری ہدایت فرمائی۔ آپ کی عبارت ملاحظہ ہو۔

عہدِ نبوت میں قضاء وافتاء کا مسئلہ

صحابہ کرام کی جماعت میں اکابر حضرات بڑی بڑی صلاحیتوں کے حامل تھے۔ اور اسی بنا پر نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان حضرات کو مختلف مناصب پر حسب حیثیت فائز فرماتے تھے۔ چنانچہ محدثین اور مؤرخین لکھتے ہیں کہ عہد نبوت میں افتاء کا کام حضرت صدیق اکبر، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کے

سپرد تھا اور یہ چاروں حضرات عہد نبوی صلعم میں مفتی تصور کیے جاتے تھے اور مسلمان ان حضرات کی طرف اپنے مسائل کے حل کے لیے رجوع کرتے تھے۔

چنانچہ قاسم بن محمد ذکر کرتے ہیں:

"......قال: کان ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ یفتون علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم."

[طبقات لابن سعد ج ۲ ص ۹۹ القسم الثانی تحت ذکر من کان یفتی بالمدینة ویقتدی به.]

ابن قیمؒ نے اعلام الموقعین کی ابتداء میں ذکر کیا ہے کہ اس عہد میں افتاء کے منصب پر صحابہ کرامؓ میں سے سات حضرات فائز تھے اور فتوی کے باب میں ان کی طرف رجوع کیا جاتا تھا۔ ان حضرات میں حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ کی نمایاں حیثیت تھی۔

"...... وکان المکثرون منهم سبعة عمر بن الخطابؓ وعلیؓ بن ابی طالب و عبدالله بن مسعودؓ وعائشة ام المؤمنینؓ وزید بن ثابتؓ وعبدالله بن عمرؓ و عبد الله بن عباسؓ."

[اعلام الموقعین لابن قیمؒ ج ۱ ص ۵ طبع قدیم دہلی۔]

شریعت کے غیر منصوص مسائل میں بحث و مباحثہ، غور وفکر اور مذاکرہ بھی ایک درجے میں حجیت کے زمرے میں آتا ہے۔ شاید اسی لیے مولانا محمد نافع صاحب نے صحابہ کرام کے اس عمل کو زیر بحث مضمون میں درج کرنے کی ہدایت فرمائی تھی۔ "سیرت علی المرتضیٰ" میں "خلافت راشدہ میں فقہی وعلمی مذاکرات" کے بغلی عنوان کے تحت آپ لکھتے ہیں:

خلافتِ راشدہ میں فقہی وعلمی مذاکرات

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کے بعد صحابہ کرامؓ کے دور میں ان حضرات نے علمی وفقہی مسائل میں مذاکرات کے لیے مختلف حلقے قائم کیے ہوئے تھے۔ ان حلقوں

میں چند اکابر حضرات مجتمع ہوتے تھے اور آپس میں مسائل پر گفت وشنید کرتے اور علمی بحث وتحجیث کی اگر ضرورت ہوتی تو وہ بھی کی جاتی تھی۔

بعض مصنفین کی روایت کے مطابق ان میں دو حلقے زیادہ مشہور تھے ایک حلقہ اس طرح قائم تھا کہ حضرت عمر بن الخطابؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ اور زید بن ثابتؓ یہ حضرات باہم فقہی مذاکرات کرتے تھے۔ اور دوسرا حلقہ اس طرح قائم تھا کہ حضرت علیؓ بن ابی طالب اور ابوموسیٰ الاشعریؓ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہم یہ حضرات ایک دوسرے کے سامنے علمی وفقہی مسائل پیش کرتے تھے۔ اس طریقہ کے ذریعے پیش آمدہ مسائل منقح ہو جاتے تھے اور اس کی روشنی میں مسائل بیان کیے جاتے تھے۔

۱۔ "......عن عامر انه قال: تفقه من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم ستة زهط. ثلاثة منهم یلقی بعضهم علی بعض وثلاثة منهم یلقی بعضهم علی بعض. فکان ابن مسعود و عمر بن خطاب و زید بن ثابت یلقی بعضهم علی بعد وکان علی بن ابی طالب و ابوموسیٰ الاشعری وابی بن کعب یلقی بعضهم علی بعض."

[کتاب الآثار لامام ابی یوسف الانصاری ص۲۱۲ تحت باب ۳۴ الغزو والجیش۔ طبع بیروت]

۲۔ "......اخبرنا ابوحنیفة عن الهیثم عن الشعبی قال کان ستة من اصحاب محمد صلی الله علیه وسلم یتذاکرون الفقه منهم علی بن ابی طالب و ابوموسیٰ علی حدةٍ وعمر و زید و ابن مسعود."

۱۔ کتاب الآثار لامام محمد الشیبانی ص ۱۴۵ طبع قدیم انوار محمدی لکھنو (تحت باب فضائل الصحابة و من اصحاب النبی صلعم من کان یتذاکره الفقة.

۲۔ کتاب الآثار لامام محمد ص۱۹۰ باب فضائل الصحابة طبع کراچی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں سے چھ آدمی باہم فقہی مذاکرات کیا کرتے تھے حضرت علی المرتضیٰؓ اور ابی بن کعبؓ، ابوموسیٰ اشعریؓ کا ایک حلقہ تھا۔ اور حضرت عمرؓ، زید بن ثابتؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ کا دوسرا حلقہ تھا اور ان حضرات کے درمیان مختلف مسائل پر تبادلہ خیالات ہوتا تھا۔

مولانا معین الدین اجمیری کا صحابہ کرام کے فعل سے استدلال

ماضی قریب کے نام ور عالم دین، علمی سلسلہ خیر آبادی کے معروف فاضل اور خواجہ محمد قمرالدین سیالوی رحمہ اللہ کے استاذ مولانا معین الدین اجمیری نے ایک بڑے نازک موقع پر صحابہ کرام کے فعل اور ان کے اجماع سے استدلال کرتے ہوئے سعودی حکمران عبدالعزیز ابن سعود اور پوری امت کو ایک بہت بڑی آزمائش سے بچا لیا۔ یہ واقعہ صاحبِ ''فوز المقال فی خلفاء پیر سیال'' نے درج کیا ہے جسے مولانا محمد نافع صاحب نے صحابہ کرام کے حجت ہونے پر بطور مثال نقل کیا ہے۔ اس اجمال کی تفصیل درج ذیل ہے:

......حضرت مولانا صاحب (مولانا معین الدین اجمیری رحمہ اللہ) مرحوم کی زندگی کا عظیم الشان واقعہ ان کے سفرِ حج میں پیش آیا۔ جس کو وہ خود بیان فرماتے تھے۔

واقعہ یہ ہے کہ عبدالعزیز ابن سعود جو اس وقت زندہ تھے اور حجاز کے بادشاہ تھے انہوں نے قبر پر جو آبادی تھی خواہ وہ گنبد کی شکل پر تھی یا چوکور سب گرادی۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر جو گنبد ہے اس کو گرانا چاہیے۔ ابن سعود کے جو قاضی القضاۃ تھے ان کا نام تھا حافظ وھبہ، انہوں نے یہ فتویٰ دیا تھا۔ ابن سعود چونکہ بہت عقل مند انسان تھا اس لیے اس نے حافظ وھبہ کے فتویٰ پر عمل نہیں کیا بلکہ علمائے اسلام سے اس بارے میں فتویٰ طلب کیا اور یہ اعلان کیا کہ علمائے اسلام میں سے جو بڑے بڑے عالم ہیں وہ مکہ شریف آ کر حافظ وھبہ سے اس بارے میں بحث کریں۔ اس سال اسلامی ملکوں سے بہت سے عالم حج کے لیے گئے۔ ہندوستان سے بھی بہت سے علمائے کرام گئے تھے مگر یہ دو شخصیتیں قابل ذکر ہیں۔ ایک حضرت مولانا معین الدین صاحب اجمیری کی اور دوسری حضرت مولانا کفایت اللہ صاحب دہلوی کی۔ جب حج ختم ہوا تو ابن سعود نے تمام علمائے حاضرین کو دعوت دی اس میں بحث کا بھی انتظام تھا۔ تمام علماء نے علمائے ہند پر اتفاق کیا۔

حضرت مولانا کفایت اللہ صاحب جو بہت موقع شناس تھے انہوں نے حضرت

مولانا صاحب (معین الدین اجمیری رحمہ اللہ) مرحوم کو بحث کے لیے منتخب کیا۔ حضرت مولانا مرحوم فرماتے تھے کہ اس وقت میں بہت فکرمند ہوا۔ لیکن موقع پر کیا کرتا؟ حافظ وھبہ کی یہ دلیل تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ قبر پر جہاں آبادی دیکھو ویران کر دو۔ میں نے بخاری شریف کا حوالہ دے کر کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو آبادی میں دفن کیا گیا ہے۔

اس موقع پر حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، علی بلکہ عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم سب موجود تھے۔ تو حافظ وھبہ کو غصہ آیا اور کہا کہ میں قولِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرتا ہوں اور تم ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا فعل بیان کرتے ہو۔ تو اس موقع پر ابن سعود نے کہا کہ دین اسلام کو تو ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے روشن کیا۔ اس لیے ان کا فعل معمول ہوگا۔

اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے گنبد کو ویران ہونے سے بچا لیا۔ [1]

[1] فوز المقال فی خلفاء پیر سیال از حاجی محمد مرید احمد چشتی ج ۳ ص ۱۸۵-۱۸۶ (تحت احوال مولانا معین الدین اجمیری رحمہ اللہ)

عدالت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عظیم المرتبت، خوش نصیب اور پیغمبر اسلام اور دین اسلام کے ساتھ حد درجہ مخلص جماعت کی ہمہ جہت مدح وستائش اور اُن مخلصین اور السابقون الاوّلون کی ذات، افکار وعقائد، کردار اور طرزِ عمل کے حوالے سے پیدا ہونے یا پیدا کیے جانے والے شکوک وشبہات، مغالطوں، اعتراضات اور مطاعن کا جواب و دفاع ہمارے ممدوح حضرت مولانا محمد نافع صاحب رحمہ اللہ کا خاص اور پسندیدہ موضوع ہے۔ ان کی زیادہ تر تصانیف اور علمی وتحقیقی کام اسی ایمان افروز موضوع کی تفصیلات پر مشتمل ہے۔ آج کل کی اصطلاح میں انہیں اس موضوع کا ''اسپیشلسٹ'' قرار دیا جائے تو شاید مبالغہ نہ ہوگا۔

حضرت موصوف نے اس علمی بلکہ ایمانی ذوق کے تحت اپنے مطالعے اور کتابوں کی ورق گردانی کے دوران صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عدالت سے متعلق بعض ائمہ محدثین اور علمائے کبار کی تصریحات جمع کی ہیں۔ اور ان تصریحات ودلائل سے ثابت کیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عدالت (جس کے اصطلاحی مفہوم کی وضاحت آگے آرہی ہے) پر اعتقاد وایمان رکھنا ان کی ذاتی رائے یا محض عقیدت نہیں بلکہ یہ جمہور محدثین اور کبار علماء وامت کا مذہب ومسلک اور عقیدہ ہے۔ راقم الحروف نے آئندہ سطور میں حضرت مولانا محمد نافع صاحب کی جمع کردہ ان تصریحات اور آراء کو ترجمہ، ضروری توضیح اور مناسب ترتیب کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

عدالتِ صحابہؓ سے مراد

زیرِ بحث موضوع پر ائمہ محدّثین کی تصریحات اور اقوال پیش کرنے سے قبل ضروری ہے کہ ایک نظر عدالتِ صحابہ کے مفہوم پر ڈال لی جائے اور یہ سمجھ لیا جائے کہ

محدّثین کے نزدیک عمومی اصول "الصحابۃ کلھم عدول" (تمام صحابہ عادل ہیں) سے کیا مراد ہے؟ تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ عدالت ایک ایسا مشترک لفظ ہے جس کے کئی معنیٰ ہیں مثلاً

۱۔ عدالت کا لفظ کبھی جور وظلم کے مقابلے میں بولا جاتا ہے۔ اس وقت یہ لفظ انصاف کا مترادف سمجھا جاتا ہے۔

۲۔ کبھی یہ لفظ فسق و فجور کے مقابل میں استعمال ہوتا ہے اور اس وقت یہ لفظ تقویٰ کا ہم معنیٰ ہوتا ہے۔

۳۔ کبھی یہ لفظ صرف عصمت پر دلالت کرتا ہے اور یہ وصف (عصمت) صرف انبیاء کرام اور ملائکہ کے ساتھ مخصوص ہے۔

۴۔ کبھی یہ لفظ گناہوں سے محفوظ رہنے پر دلالت کرتا ہے اور نتائج کے لحاظ سے اگرچہ اس میں اور عصمت میں کوئی فرق نہیں تاہم عصمت ایک ملکۂ فطری و وہبی ہے اور گناہوں سے محفوظ رہنا ایک ملکۂ کسبی ہے۔ اسی بنا پر انبیاء کرام کو معصوم اور اولیاء کرام کو محفوظ کہا جاتا ہے۔

۵۔ کبھی عدالت کا معنیٰ روایت حدیث میں جھوٹ سے اجتناب کا ہوتا ہے اور اس معنی میں عادل اس شخص کو کہا جاتا ہے جو روایت حدیث میں دروغ بیانی نہ کرتا ہو۔

زیر بحث مسئلے میں یہی معنیٰ مراد ہے۔ کسی محدث کا یہ دعویٰ نہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے انصاف کے خلاف کوئی کام نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح ان سے کوئی فعل تقویٰ و طہارت کے خلاف صادر نہیں ہوسکتا۔ وہ انبیاء کرام کی طرح معصوم یا تمام گناہوں سے محفوظ ہیں بلکہ ان کا مقصد صرف یہ ہے کہ کوئی صحابی روایت حدیث کے معاملے میں (بعض کذّاب لوگوں کی مانند) دروغ بیانی سے کام نہیں لیتا۔ [1]

چنانچہ عدالت صحابہ کے اسی درج بالا مفہوم و مراد کے ثبوت کے لیے مولانا محمد نافع صاحب برصغیر کے مشہور محدّث شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کے درج ذیل دو قول نقل

---

[1] ملاحظہ ہو: مولانا عبدالسلام ندوی: اسوۂ صحابہ مکتبہ، عارفین کراچی ۱۹۷۶ء ج ۱ ص ۲۴-۲۵

کرتے ہیں:

معنی عدالت اور فتاویٰ شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ

۱......ہمیں منقح شد کہ معنی عدالتہ این جا (الصحابة كلهم عدول) بمعنی متعارف نیست بلکہ عدالت در روایتِ حدیث مراد ہست لا غير وحقيقتها التجنب عن تعمد الكذب فى الرواية والانحراف فيها۔ ❶

''یہی بات تنقیح شدہ ہے کہ اس جگہ (الصحابة كلهم عدول) عدالت کا معنی معروف معنی نہیں بلکہ روایتِ حدیث میں عدالت (جھوٹ نہ بولنا) مراد ہے نہ کہ کوئی دوسرا معنی اور اس کی حقیقت ہے: روایت میں جان بوجھ کر جھوٹ بولنے اور روایت میں انحراف سے بچنا۔''

۲۔ وآنچہ در کتب اصولیہ مرقوم ست کہ الصحابة كلهم عدول پس مراد آنست کہ صحابہ کلہم در روایت حدیث از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مامون ومعتبر اند ہرگز ازیشاں کذب در روایات حدیث ثابت نشدہ چنانچہ بہ تجربہ وتحقیق رسیدہ کہ در مقدمات دیگر کسے ازینہا دروغ گفتہ باشد نہ آنکہ مصدر گناہے نشدہ اند چنانچہ عنقریب گذشت کہ بعضے ازینہا در حضور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بارتکاب کبائر محدود گشتہ ......الخ۔'' ❷

''اصولِ حدیث کی کتابوں میں جو یہ اصول لکھا ہوا ہے کہ ''الصحابة كلهم عدول'' (تمام صحابہ عادل ہیں) تو اس سے مراد یہ ہے کہ سارے کے سارے صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایتِ حدیث کے معاملے میں (جھوٹ سے) مامون اور معتبر ہیں۔ روایاتِ حدیث میں ان سے جھوٹ ہرگز ثابت نہیں۔ چنانچہ تجربہ وتحقیق سے یہ امر ثابت نہیں کہ دیگر

---

❶ فتاویٰ شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ ص ۷۰-۷۱ جلد دوم طبع کتب خانہ رحیمیہ دیوبند

❷ فتاویٰ شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ ص ۹۷-۹۸ جلد اول مطبع مجتبائی دہلی

مقدمات میں بھی انہوں نے کبھی جھوٹ بولا ہو۔ عدالت کا یہ معنی نہیں کہ ان سے گناہ ہی صادر نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ قریب کے صفحات میں یہ بات گزر چکی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بعض صحابہ کبائر کے مرتکب ہوئے۔''

عدالت صحابہ رضی اللہ عنہم کا اعتقاد رکھنا

شریعتِ اسلامیہ کا جن چیزوں پر دار و مدار ہے مثلاً قرآن، حدیث، سُنّت اور اُسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ، اسی طرح تمام شرعی احکام اور ان کی جزئیات یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذریعے ہی امتِ مسلمہ تک پہنچے ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہی پیغمبر اسلام اور امت مسلمہ کے درمیان واسطہ ہیں۔ اگر یہ واسطہ اور درمیانی کڑی ہی مشکوک و مجروح قرار پائے تو سارے کا سارا دین مشکوک و مجروح قرار پائے گا۔ اس لیے دین کے معاملے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عدالت اور تزکیۂ نفس پر اعتقاد رکھنا ضروری ہے۔ اور پھر تاریخ اور واقعات بھی اس بات پر گواہ ہیں کہ صحابہ کرام نے تعلیماتِ نبوی پر عمل کرتے ہوئے دنیوی معاملات میں کبھی جھوٹ نہیں بولا چہ جائیکہ وہ دین جیسے نازک اور اونچے معاملے میں جھوٹ کے مرتکب ہوتے۔ اسی دینی ضرورت کے پیش نظر علمائے عقائد نے صحابہ کرام کی عدالت پر اعتقاد اور یقین رکھنا ضروری قرار دیا ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا موصوف نے اس مسئلہ کی وضاحت کے لیے علم العقائد کی متداول کتاب ''المسامرہ شرح مسائرہ'' کی درج ذیل طویل عبارت نقل کی ہے۔

''واعتقاد اهل السنة والجماعة تزكية جميع الصحابة رضى الله عنهم وجوبا باثبات العدالت لكل منهم والكف عن الطعن فيهم والثناء عليهم كما اثنى الله سبحانه وتعالى عليهم اذ قال كُنتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ وقال تعالى وَكَذَالِكَ جَعَلْنَاكُمْ اُمَّةً وَّسَطاً لِتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وسطاً اى عدولاً خياراً

والصحابة هم المشافهون بهذا الخطاب على لسان النبی صلى الله عليه وسلم حقيقة وقال تعالى يَوْمَ لَا يخزى الله النبی وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا مَعَهٗ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ وقال تعالى مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلاً مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَاناً وقال تعالى لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ وكذا اى وكثناء الله عليهم اثنى عليهم رسول الله صلى الله عليه وسلم وانه صلى الله عليه وسلم قال لو انفق احدهم كذا فى نخ المتن والذى فى الصحيحين لا تسبّوا اصحابى فلو ان احدا انفق مثل احد ذهبا ما بلغ مداحدهم ولا نصيفه وفى رواية لهما فان احدكم بكاف الخاب وفى رواية الترمذى لو انفق احدكم الحديث والنصيف بفتح النون فى النصف وقال صلى الله عليه وسلم خير القرون قرنى ثم الذين يلونهم اخرجه الشيخان وقال صلى الله عليه وسلم الله اللّٰه فى اصحابى لا تتخذهم غرضا بعدى فمن احبهم فبحبى احبهم و من ابغضهم فببغضى ابغضهم ومن آذاهم فقد آذانى ومن آذانى فقد آذى الله ومن آذى الله يوشك ان يأخذه. اخرجه الترمذى.‘‘[1]

’’تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں ہر ایک کی عدالت ثابت کر کے ان کا تزکیہ کرنا اور ان کے حق میں طعن کرنے سے رکنا اور مدح و ثنا کرنا یہ اہل السنہ والجماعت کا اعتقاد ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں متعدد مقامات پر ان کی ثنا بیان فرمائی ہے۔ مثلاً فرمایا: ’’تم بہترین جماعت ہو تمہیں

[1] السامره فى شرح المسائرة۔ الاصل الثامن فضل الصحابة الاربعة ص ۱۵۸ طبع مصر۔ طبع ثانی۔ سن طباعت ۱۳۴۷ھ

لوگوں کے فائدے کے لیے نکالا گیا ہے تم بہتر کاموں کا حکم کرتے ہو اور برے کاموں سے روکتے ہو۔'''' اسی طرح ہم نے بنایا تم کو عدل کرنے والے پسندیدہ لوگ تاکہ تم لوگ گواہ بن جاؤ لوگوں پر......الخ''
ان آیات میں صحابہ کرام کو (حضور علیہ السلام کی وساطت سے) براہِ راست خطاب کیا گیا ہے اور (صحابہ کرام کے حق میں) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ''اس روز (یعنی قیامت میں) اللہ تعالیٰ نبی کو اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو نہیں رسوا کرے گا ان کا نور ان کے سامنے اور دائیں جانب دوڑتا ہو گا۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت ہیں۔ آپس میں مہربان ہیں۔ اے دیکھنے والے تو ان کو دیکھ ہمیشہ رکوع کرتے اور سجود کرتے رہتے ہیں اور ہمیشہ اللہ کا فضل اور اس کی رضامندی طلب کرتے رہتے ہیں۔'' اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''پختہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ان مومنوں سے راضی ہو چکا جنہوں نے اے نبی! درخت کے نیچے آپ سے بیعت کی تھی......الخ'' پھر جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں صحابہ کرام کی تعریف کی ہے (جیسا کہ اوپر گذرا) اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی متعدد احادیث میں ان کی تعریف کی ہے۔ چنانچہ صحیحین (صحیح بخاری وصحیح مسلم) میں یہ حدیث منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میرے صحابہ کو گالیاں نہ دو کیوں کہ تم میں سے کوئی ایک احد پہاڑ کے برابر بھی سونا اللہ کے راستے میں خرچ کرے تو اس کا یہ انفاق فی سبیل اللہ کسی صحابی کے ایک مد (تقریباً دو سیر) بلکہ آدھے مد (ایک سیر) جو کے برابر بھی نہیں ہو سکتا۔''

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سارے زمانوں میں سب سے افضل زمانہ میرا زمانہ ہے (جس میں میں خود اور میرے صحابہ موجود ہیں) پھر

وہ لوگ افضل ہوں گے جو اِن (صحابہ) کے ساتھ ملے ہوئے ہوں گے یعنی تابعین۔'' اس حدیث کو شیخین (امام بخاری و امام مسلم) نے نقل کیا ہے۔
علی ہٰذا القیاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کی شان میں فرمایا:
''میرے صحابہ کے معاملے میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔ میرے بعد انہیں ہدف تنقید نہ بنانا۔ تو جس آدمی نے ان سے محبت رکھی تو اس نے میری محبت کے باعث ان سے محبت رکھی اور جس نے اُن سے بغض رکھا تو گویا اس نے میرے ساتھ بغض کے باعث ان سے بغض رکھا اور جس آدمی نے میرے ساتھ بغض رکھ کر مجھے اذیت دی تو اس نے اللہ کو اذیت دی اور جس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت پہنچائی تو بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کی گرفت فرمائے۔'' اس روایت کو امام ترمذی نے تخریج کیا ہے۔

اسی طرح حضرت مولانا موصوف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عدالت پر یقین و اعتقاد رکھنے کے ثبوت میں علامہ ابن حجر ہیتمی کے حوالے سے فرماتے ہیں:
علامہ احمد ابن حجر الہیتمی المکی (۹۷۴ھ) نے الصواعق المحرقہ میں لکھا ہے:
''اعلم ان الذی اجمع علیه اهل السنة والجماعة انه یجب علی کل مسلم تزکیة جمیع الصحابة باثبات العدالة لهم والکف عن الطعن فیهم والثناء علیهم فقد اثنی الله تعالی سبحانهٗ علیهم فی الآیات من کتابهٖ منها قوله تعالی كُنْتُمْ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ...... الخ فاثبت الله لهم الخیرة علی سا الامم ولا شیئ یعادل شهادة الله لهم بذالک لانه تعالی اعلم بعبادهٖ وما انطووا علیه من الخیرات وغیرها بل لا یعلم ذالک غیره تعالی فاذا شهد تعالی فیهم بانهم خیر الامم وجب علی کل احدٍ اعتقاد ذالک والایمان بهٖ والله کان مکذبا لله فی اخبارهٖ......الخ.

آگے متعدد آیاتِ قرآنیہ وَكَذَالِكَ جَعَلْنَاكُمْ اُمَّةً وَّسَطاً لِّتَكُوْنُوْا

شُهَدَاءِ عَلَى النَّاسِ وغیرہ وغیرہ درج کی ہیں اور احادیث اس مضمون پر درج کی ہیں آخر میں لکھا ہے کہ

"فعلم ان جميع ما قدمناه من الآيات هنا ومن الاحاديث الكثيرة الشهيرة في المقدمة يقتضى القطع بتعديلهم ولا يحتاج احد منهم مع تعديل الله لهُ الى تعديل احدٍ من الخلق على انه لو لم يرد من الله و رسوله فيهم شيئ مما ذكرناه لاوجبت الحال التى كانوا عليها من الهجرة والجهاد ونصرة الاسلام ببذل المنهج والاموال وقتل الآباء والاولاد والمناصحته في الدين وقوة الايمان واليقين. القطع بتعديلهم والاعتقاد بنزاهتهم. وانهم افضل من جميع الجائين بعدهم والمعدلين الذين يجيئون من بعدهم.

هذا مذهب كافة العلماء ومن يعتمد قولهُ ولم يخالف فيه الاشذوذ من المبتدعة الذين ضلوا واضلوا فلا يلتفت اليهم ولا يعوّل عليهم."[1]

"اے مخاطب! جان لے کہ وہ چیز جس پر اہل السنۃ والجماعۃ کا اجماع ہے، یہ ہے کہ ہر مسلمان پر تمام صحابہ کے لیے عدالت ثابت کرتے ہوئے ان کا تزکیہ کرنا، ان کی ذات کے بارے ہر قسم کے طعن وتشنیع سے گریز کرنا اور ان کی تعریف کرنا واجب ہے کیوں کہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب (قرآن مجید) کی متعدد آیات میں ان کی تعریف وتوصیف کی ہے۔ ان آیات میں سے ایک آیت كنتم خير امة اخرجت للناس ......الخ بھی ہے۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ساری امتوں کے مقابلے میں ان کی برتری

---

[1] الصواعق المحرقة لابن حجر الهيتمى المكى ص ۲۰۸-۲۱۰ تحت الخاتمة فى بيان اعتقاد اهل السنة والجماعة فى الصحابه الخ

اور افضلیت کو ثابت فرمایا ہے۔ اور ان کے حق میں اللہ تعالیٰ کی اس گواہی کا مقابلہ دنیا کی کوئی چیز نہیں کرسکتی۔ کیوں کہ وہ اپنے بندوں کو اور جو وہ نیکیاں وغیرہ سرانجام دیتے ہیں انہیں بھی سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ بلکہ اس کے سوا ان چیزوں کو کوئی بھی نہیں جانتا۔ تو جب صحابہ کرام کے حق میں اس نے یہ گواہی دے دی ہے کہ وہ خیر الامم (تمام امتوں سے افضل) ہیں تو ہر ایک آدمی پر اس چیز (صحابہ کرام کی افضلیت) کا اعتقاد رکھنا اور اس پر ایمان لانا واجب ہے۔ بصورت دیگر وہ اللہ کی تکذیب کرنے والا ہوگا......

(اس کے بعد علامہ ابن حجر ہیتمی نے درج بالا عقیدہ کے ثبوت میں متعدد قرآنی آیات درج کی ہیں۔ اسی طرح متعدد احادیث بھی نقل کی ہیں پھر اس کے بعد نتائج بحث کے طور پر لکھتے ہیں)

گذشتہ صفحات کے اندر ہم نے یہاں جو متعدد آیات کریمہ اور مشہور احادیث نبوی درج کی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام آیات و احادیث صحابہ کرام کی قطعی عدالت کا تقاضا کرتی ہیں۔ ان صحابہ کرام میں سے کوئی ایک بھی اپنے حق میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تعدیل کے ہوتے ہوئے مخلوق میں سے کسی کی تعدیل کا محتاج نہیں ہے۔

علاوہ ازیں اگر بالفرض اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ان کی شان میں کوئی چیز نہ بھی وارد ہوتی جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے تو بھی اسلام کے لیے ان کی گوناگوں خدمات مثلاً ہجرت، جہاد، نصرتِ اسلام، اموال کا خرچ، اسلام کی خاطر اپنے آباء اور اولاد تک کو قتل کر دینا، دین کی کامل خیر خواہی اور ایمان و یقین کی قوت وغیرہ ایسے اعمال اور نیکیاں ہیں جو ان کی قطعی عدالت، ان کی باطنی پاکیزگی پر اعتقاد اور اس عقیدہ کو واجب ٹھہراتی ہیں کہ وہ اپنے بعد آنے والے تمام لوگوں سے افضل ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حوالے سے تمام علماء اور جس آدمی کے قول کا اعتبار

ہے سب کا یہی مذہب ہے اور اس میں کسی قابل ذکر عالم کا اختلاف نہیں سوائے چند مبتدعین کے جو خود بھی گمراہ تھے اور انہوں نے عوام الناس کو بھی گمراہ کیا لہٰذا ان کی بات قابل توجہ نہیں ہے۔''

ابن عبدالبر کی تصریح

صحابہ کرامؓ کے مشہور اور قدیم تذکرہ نگار صاحب الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب لابن عبدالبر کی عدالت صحابہؓ کے حوالے سے درج ذیل تصریح کے ساتھ ہمارے ممدوح مولانا محمد نافع صاحب نے زیر بحث موضوع پر مزید تحقیق کے شائقین کے لیے یہ نشان دہی بھی کی ہے کہ ''عدالت صحابہ کے موضوع پر الاصابہ فی تمییز الصحابہ ص ۱۷ ج ۱ (مقدمہ میں) عمدہ بحث ہے'' اب ابن عبدالبر کی تصریح ملاحظہ ہو۔

''......فهم خيرالقرون وخير امة اخرجت للناس ثبتت عدالة جميعهم بثناء الله عز و جل عليهم و ثناء رسوله صلى الله عليه وسلم ولا اعدل ممن ارتضاه الله لصحبة نبيه صلى الله عليه وسلم و نصرته ولا تزكية افضل من ذالک ولا تعديل اكمل منها.''

[الاستیعاب لابن عبدالبر مع الاصابہ ج ا ص ۲ طبع مصر]

''......پس (خلاصہ یہ ہے کہ) وہ (صحابہ کرام) تمام زمانوں میں سب سے افضل زمانہ کے لوگ اور سب جماعتوں سے افضل جماعت تھے اور ایک ایسی جماعت تھی جو اللہ کی طرف سے انسانوں کی بھلائی کے لیے (پیدا کی) تھی۔ اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان کی تعریف و توصیف کی بنا پر ان سب کی عدالت ثابت ہوتی ہے۔ اور جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت اور اس کی نصرت کے لیے منتخب فرما لیا ان کے برابر کوئی آدمی نہیں ہوسکتا۔ نیز اس سے بڑھ کر کوئی تزکیہ اور اس سے کامل ترین کوئی تعدیل نہیں ہوسکتی۔''

حافظ ابن کثیر کی تصریح

مولانا موصوف نے صحابہ کرامؓ کی عدالت یا روایتِ حدیث میں ان کے سراپا عادل ہونے کے ثبوت میں مشہور مفسر اور مؤرّخ حافظ ابن کثیر کی درج ذیل تصریح نقل کی ہے:

......(فرع) والصحابة كلهم عدول عند اهل السنة والجماعة لما اثنى الله عليهم فى كتابه العزيز وبما نطقت به السنّة النبوية فى المدح لهم فى جميع اخلاقهم وافعالهم وما بذلوه من الاموال والارواح بين يدى رسول الله صلى الله عليه وسلم رغبةً فيما عند الله من الثواب الجزيل والجزاء الجميل.

...... واما شجر بينهم بعده عليه الصلوٰة والسلام فمنه ما وقع من غير قصد كيوم الجمل ومنه ماكان عن اجتهاد كيوم صفين والاجتهاد يخطئ ويصيب ولكن صاحبه معذور و ان اخطاء ومأجور ايضاً. والمصيب فله اجران اثنان. وكان علیؓ واصحابه اقرب الى الحق من معاوية واصحابه رضى الله عنهم اجمعين.

...... وقول المعتزلة الصحابة عدول الا من قاتل علياً رضى الله عنه قول باطل مرذول و مردود. [1]

''اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک تمام کے تمام صحابہ روایتِ حدیث کے معاملے میں عادل ہیں۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی علیم بذات الصدور ذات نے اپنی کتاب عزیز میں ان کی تعریف فرمائی ہے۔ دوسرے سنت نبویہ (احادیث نبوی) میں بھی ان کے تمام اخلاق، افعال اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے محض اللہ تعالیٰ کے اجر وثواب کی امید میں جو

[1] الباعث الحثیث شرح اختصار علوم الحدیث لحافظ ابن کثیر دمشقی ص ۱۸۱ تحت النوع التاسع والثلاثون۔ طبع مصر

اپنے اموال اور جانوں کی قربانی دی، سب کی تعریف کی گئی ہے۔

اور جہاں تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کے درمیان پیدا ہونے والے مشاجرات اور منازعات کا تعلق ہے تو ان سب سے بعض واقعات تو ایسے تھے جو غیر ارادی طور پر واقع ہوئے جیسے جنگ جمل کا واقعہ رونما ہوا اور کچھ واقعات ایسے تھے جن میں ہر صحابی نے اپنے اجتہاد کی بنیاد پر ایک موقف اختیار کیا جیسا جنگ صفین کے موقع پر ہوا اور قاعدہ ہے کہ اجتہاد غلط بھی ہو سکتا ہے اور صحیح بھی۔ اجتہاد میں بتقاضائے بشریت خطا ہو جانے پر بھی صاحب اجتہاد کو ایک اجر ملتا ہے۔ جب کہ اجتہاد میں صحیح فیصلہ پر پہنچنے والے مجتہد کے لیے از روئے حدیث دو اجر ہیں۔ اس اصول کی روشنی میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں رضی اللہ عنہم اجمعین سے زیادہ حق کے قریب تھے۔ اور معتزلہ☆ کا یہ قول کہ ''تمام صحابہ عادل ہیں سوائے ان کے جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کی'' مردود اور باطل قول ہے۔

علامہ السبکی کی تصریح

مولانا موصوف نے زیر بحث مسئلے میں علامہ تقی الدین السبکی کی یہ مدلّل اور طویل تصریح نقل کی ہے:

''...... وقال السبكي والقول الفصل انا نقطع بعدالتهم من غير التفات الى هذيان الهاذين وزيغ المبطلين وقد سلف اكتفاؤنا في العدالة بتزكية الواحد منا فكيف بمن زكاهم علّام الغيوب الذى لا يعزب عن علمه مثقال ذرة في الارض ولا في السماء في غير آية.

☆ قوله المعتزلة الخ...... یاد رہے کہ معتزلہ حضرت معاویہ، حضرت عثمان اور ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہم کے خلاف ہیں ان کو بہتر نہیں سمجھتے ہیں بلکہ ان کے حق میں کلام کرتے ہیں۔ یہ چیز مطالعہ کے وقت ملحوظ رہے۔ مولانا محمد نافع

وافضل خلقِ اللہ الذی عصمهُ اللہ عن الخطا فی الحرکات والسکنات محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی غیر حدیث و نحن نسلم امرهم فیما جریٰ بینهم الی ربهم جل و علا و نبرأ الی الملک سبحانه ممن یطعنِ فیهم ونعتقد ان الطاعن علی ضِلال مهین و خسران مبین مع اعتقادنا ان الامام الحق کان عثمانؓ وانه قتل مظلوماً وحمی اللہ الصحابة من مباشرة قتله فالمتولی قتله کان شیطانا مریدا ثما لانحفظ عن احد منهم الرضا بقتله انما المحفوظ الثابت عن کل منهم انکار ذالک ثم کانت مسئلة الاخذ بالثأر اجتهادیة.

رأی علی کرم اللہ وجهه التاخیر مصلحةً ورأت عائشة رضی اللہ عنها البدار مصلحةً وکل جریٰ علی وفق اجتهادہٖ وهو مأجور ان شاء اللہ تعالیٰ ثم کان الامام الحق بعد ذی النورین علیاً کرم اللہ وجهه وکان معاویة رضی اللہ عنه متاوّلاً هو وجماعة ومنهم من قعد عن الفریقین واحجم عن الطائفتین لما اشکل الامر وکلّ عَمِل بما ادیٰ الیه اجتهادهٗ والکل عدول رضی اللہ عنهم. فهم نقلة هذا الدین وحملته الذین باسیافهم ظهروا وبالسنتهم انتشروا لو تلونا الای وقصصنا الاحادیث فی تفضیلهم لطال الخطاب فهٰذہٖ کلماتٌ من اعتقد خلافها کان علیٰ زللٍ وبدعة فلیضمر ذوالدین هذہٖ الکلمات عقداً ثم لیکف عما جری بینهم فتلک دماءٌ طهر اللہ منها ایدینا فلا نلّوث بها السنتنا (انتهی) کلام سبکی.''❶

❶ تقی الدین السبکی: التقریر والتحبیر (شرح التحریر لابن ہمام) ج ۲ ص ۲۶۰-۲۶۱ از ابن امیر الحاج طبع اول تحت مسئلہ علی الاکثر علی عدالۃ الصحابۃؓ (باب الثالث)

''اور علامہ سبکی فرماتے ہیں کہ عدالتِ صحابہ کے معاملے میں فیصلہ کن بات یہ ہے کہ ہم ہذیان بکنے والوں کے ہذیان اور باطل پرستوں کی کجی کی طرف توجہ کیے بغیر ان (صحابہ) کی عدالت پر قطعی یقین رکھتے ہیں۔ جب ہم عدالت کے معاملے میں ہم میں سے کسی ایک (محدث) کے تزکیہ (پاک ٹھہرانے) پر اکتفا کر لیتے ہیں تو جن لوگوں کا تزکیہ علاّم الغیوب ذاتِ الٰہی نے متعدد قرآنی آیات میں کیا ہے جس کے لامحدود علم سے زمین کا کوئی ذرہ مخفی ہے نہ زمین کا تو ہم اس پر ایمان کیوں نہیں لائیں گے۔

پھر ان کا تزکیہ خلق خدا میں سب سے افضل ہستی جسے اللہ نے تمام حرکات و سکنات میں ہر قسم کی خطا سے معصوم ٹھہرایا ہے یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک حدیث سے زائد احادیث میں ان کے تزکیہ کا اعتراف کیا ہے۔

ان کے درمیان معروضی حالات کے پیش نظر جو نزاع واقع ہوا اس کا معاملہ ہم ان کے رب جلّ وعلا پر چھوڑتے ہیں اور ان پر جو لوگ طعن و تشنیع کرتے ہیں ان سے اللہ کی طرف اپنی براءت کا اظہار کرتے ہیں۔ ہم اس بات کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ صحابہ پر طعن کرنے والا آدمی ذلت آمیز گمراہی اور کھلم کھلا خسارے میں ہے، اس کے ساتھ ہم یہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت عثمان خلیفہ برحق تھے۔ وہ انتہائی مظلومیت کے عالم میں شہید کیے گئے اور اللہ نے تمام صحابہ کو ان کے ناحق قتل میں ملوث ہونے سے بچا لیا۔ پس ان کے قتل میں ملوث آدمی شیطان مردود ہے۔ پھر ہم تاریخ کے ریکارڈ میں حضرت عثمان کے قتل پر کسی صحابی کی رضامندی بھی نہیں پاتے بلکہ ہر ایک سے اس کا انکار ثابت ہے۔ پھر قتل عثمان کا بدلہ یا قصاص لینے کا مسئلہ ایک اجتہادی مسئلہ تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے قصاص میں تاخیر جب کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فوری قصاص لینے میں بہتری سمجھی اور ہر ایک نے اپنی اجتہادی

رائے کے مطابق عمل کیا اور وہ ان شاء اللہ اس اجتہاد میں اللہ کے ہاں اجر پائیں گے۔ پھر حضرت عثمان ذی النورین کے بعد خلیفہ برحق حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے جب کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کی جماعت اس معاملے میں متأوّل (تاویل کرنے والی) تھی اور ان کے صحابہ میں بعض ایسے بھی تھے جنہوں نے فریقین کا ساتھ نہیں دیا اور معاملہ جب ان پر مشکل ہو گیا تو دونوں جماعتوں سے الگ تھلگ رہے۔ الغرض ہر آدمی نے وہی کچھ کیا جس کی طرف اس کے اجتہاد نے رہ نمائی کی۔ ان سب باتوں کے باوجود بلا تفریق صحابہ عادل ہیں۔ وہی لوگ اس دین کو آئندہ نسلوں کی طرف منتقل کرنے والے ہیں۔ انہوں نے اپنی تلواروں کے ذریعے دین کو دنیا پر غالب کیا اور اپنی زبانوں کے ذریعے دین کو فروغ دیا۔

ان کی فضیلت میں وارد تمام آیاتِ قرآنی اور احادیث نبوی کا اگر ہم احاطہ کریں تو بات بہت لمبی ہو جائے گی اس لیے ہم انہی کلمات پر اکتفا کرتے ہیں۔ جو آدمی ان معروضات اور حقائق کے خلاف اعتقاد رکھتا ہے وہ گمراہی اور بدعت پر کاربند ہے۔ پس دین دار آدمی کو چاہیے کہ وہ عدالت صحابہ کے معاملے میں ان کلمات کو پلّے باندھ لے پھر ان (صحابہ) کے درمیان پیدا ہونے والے مشاجرات و نزاعات سے اپنی زبان کو روک لے کیوں کہ ان مشاجرات میں بہنے والا خون وہ ہے جس سے اللہ نے ہمارے ہاتھوں کو پاک رکھا ہے تو ہمیں اپنی زبانوں کو اس میں ملوث نہیں کرنا چاہیے۔''

ابن الصلاح کی تصریح

زیر بحث مسئلے میں ہمارے ممدوح مولانا محمد نافع رحمہ اللہ نے ابن الصلاح کی درج ذیل تصریح نقل کی ہے:

"للصحابة باسرهم خصيصة وهی انه لايسأل عن عدالة احد

منهم بل ذلک امر مفروغ عنه لكونهم على الاطلاق معدلين بنصوص الكتاب والسنة واجماع من يعتد به في الاجماع من الامة قال تعالى كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ قيل اتفق المفسّرون على انه وارد في اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم وقال تعالى وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَّسَطاً لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وهذا خطاب مع الموجودين حينئذ. وقال سبحانه وتعالى مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهُ اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ الاٰية وفي نصوص السنة الشاهدة بذلک كثرة، منها حديث ابي سعيد المتفق على صحته ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا تسبّوا اصحابي فوالذي نفسي بيده لو ان احدكم انفق مثل احدٍ ذهبا ما ادرک مداحدهم ولا نصيفه. ثم ان الامة مجمعة على تعديل جميع الصحاب ومن لابس الفتن منهم فكذلک باجماع العلماء الذين يعتدبهم في الاجماع احسانا للظن بهم ونظرا الى ماتمهدلهم من المآثر، وكان الله سبحانه وتعالى اتاح الاجماع على ذلک لكونهم نقلة الشريعة والله اعلم)"[1]

''سارے کے سارے صحابہ کرام کو ایک خصوصیت حاصل ہے وہ یہ کہ ان میں سے کسی ایک کی بھی عدالت کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ یہ وہ معاملہ ہے جو اہل علم کے نزدیک طے شدہ ہے۔ کیوں کہ کتاب وسنت کی نصوص اور ان علماء کے اجماع کی رو سے جن کا اجماع امت میں معتبر ہے، صحابہ کرام مطلقاً عادل ہیں۔ چنانچہ

---

[1] علوم الحدیث لابن الصلاح ص ۲۶۴، ۲۶۵ النوع التاسع والثلاثون معرفة الصحابة مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ

مقدمہ ابن الصلاح ص ۱۴۶، ۱۴۷ النوع التاسع والثلاثون معرفة الصحابہ طبع بمبئی

نوٹ: علوم الحدیث اور مقدمہ لابن الصلاح یہ ایک کتاب ہے نام دو ہیں اس کو دوعدد کتابیں شمار نہ کریں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''تم بہترین امت ہو جو سارے لوگوں کی نفع رسانی کے لیے مختص کی گئی ہے۔'' اس آیت کے متعلق ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔
۲۔ اسی طرح ارشادِ الٰہی ہے: ''اور اسی طرح ہم نے تمہیں امت وسط (معتدل) بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو۔'' یہ خطاب اس وقت موجود لوگوں (صحابہ) کے لیے ہے۔
۳۔ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار کے مقابلے میں بڑے سخت ہیں۔''
اسی طرح بہت سی نصوص سنت بھی اس بات (صحابہ کی عدالت) پر گواہ ہیں۔ ان میں سے ایک حدیث حضرت ابوسعیدؓ سے مروی ہے جس کی صحت متفق علیہ ہے۔ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''میرے صحابہ کو سبّ نہ کرنا پس اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم میں سے اگر کوئی آدمی احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کر دے تو بھی صحابہ کے خرچ کیے ہوئے ایک مد بلکہ نصف مد (جو) کے ثواب کو بھی نہیں پہنچ سکے گا۔''
پھر تمام صحابہ کرام کی تعدیل پر امت کا اجماع ہے اور ان میں سے جو لوگ فتنوں (لڑائی جھگڑوں) میں ملوث ہوئے تو ان کے بارے میں ان کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہوئے اور ان کے حق میں وارد مآثر کی بنا پر علماء کا اجماع ہے کہ وہ بھی عادل ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی نے اس بات پر اجماع مقدر کیا ہے کیوں کہ وہ شریعت کو آگے نقل کرنے (پہنچانے) والے ہیں۔ واللہ اعلم۔''

عدالت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

''واما معاویة رضی الله عنه فهو من العدول الفضلاء والصحابة النجباءؓ واما الحروب التی جرت فکانت لکل طائفة شبهة

اعتقدت تصویب انفسها بسببها وكلهم عدولٌ ومتأوّلون فی حروبهم وغیرها ولم یخرج شیئ من ذلک احداً منهم من العدالة لانهم مجتهدون اختلفوا فی مسائل من محل الاجتهاد کما یختلف المجتهدون بعدهم فی مسائل من الدماء وغیرها ولا یلزم من ذلک نقص احد منهم ....فکلهم معذورون رضی الله عنهم ولهذا اتفق اهل الحق ومن یعتدبه فی الاجماع علی قبول شهاداتهم و روایاتهم وکمال عدالتهم رضی الله عنهم اجمعین.‘‘ ❶

’’جہاں تک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے تو وہ اہل عدالت و فضیلت لوگوں اور شریف الاصل و قابل ستائش صحابہ کرام میں سے ہیں اور جہاں تک ان جنگوں کا تعلق ہے جو ان کے درمیان اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان واقع ہوئیں تو ہر فریق کو التباس لاحق ہوا جس کے سبب وہ ان جنگوں میں اپنے آپ کو حق پر سمجھتا تھا اور وہ سب کے سب عادل تھے اور اپنی جنگوں اور دوسرے اختلافات میں تاویل کرنے والے تھے اور اس چیز نے ان میں سے کسی کو عدالت سے نہیں نکال دیا۔ کیوں کہ وہ مجتہد تھے اور اجتہادی مسائل میں انہوں نے اختلاف کیا جیسا کہ ان کے بعد خون وغیرہ کے متعدد مسائل میں ائمہ مجتہدین نے اختلاف کیا اور اس چیز سے کسی کی عدالت اور شان میں کمی واقع نہیں ہوتی ....پس وہ سب کے سب اس معاملے میں معذور (جن کا عذر شرعاً قبول کیا جاتا ہے) تھے جن سے اللہ

❶ شرح مسلم للنواوی ج ۲ ص ۲۷۲۔ ابتدا کتاب فضائل الصحابۃ رضی اللہ عنہم
مضمون بالا مندرجہ ذیل مقام پر بھی مندرج ہے ملاحظہ فرمائیے:
عقیدۃ السفارینی ج ۲ ص ۳۷۰ الجزء الثانی تحت النهی عن الخوض فی التخاصم بین الصحابة

تعالیٰ راضی ہو گیا اور اسی وجہ سے جملہ اہل حق اور اجماع میں جن لوگوں کا اعتبار کیا جاتا ہے وہ تمام معاملات میں ان کی گواہیوں کو قبول کرنے اور ان کی روایات اور ان کی کمال عدالت پر متفق ہیں رضی اللہ عنہم اجمعین۔"

مقامِ صحابہؓ

اسلامی تاریخ سے کچھ بھی آگاہی رکھنے والوں پر یہ امر مخفی نہیں کہ ابتدائے اسلام میں پیغمبر اسلام سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر کلمہ توحید کا اقرار دوسرے لفظوں میں اسلام قبول کرنا یا ایمان لے آنا صرف اپنے اہل خانہ، خاندان، قبیلہ اور اہل مکہ ہی کی نہیں بلکہ پورے عرب کی مخالفت مُول لینے اور اپنی جان ہتھیلی پر رکھنے کے مترادف تھا۔ علاوہ ازیں اس زمانے اور اس ماحول میں قبولِ اسلام کے پیچھے کسی قسم کے مالی یا سیاسی مفاد حاصل کرنے کا دور دور تک وہم وگمان بھی نہیں تھا۔ اس کے باوجود تاریخ شاہد ہے کہ جو خوش نصیب اور باہمت لوگ اس وقت پیغمبر اسلام کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے ایمان لائے اور ہر قسم کے مفادات کو پس پشت ڈالتے ہوئے خلوصِ دل سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور معیت اختیار کی جنہیں عام اصطلاح میں صحابہ کرام کا عظیم اور منفرد لقب دیا جاتا ہے، وہ مختلف قسم کی آزمائشوں سے دوچار ہوئے۔ انہیں جسمانی و ذہنی اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ قریشِ مکہ کی دشمنی مول لی، اپنا گھربار، وطن، جائیدادیں اور کاروبار چھوڑا، دربدر ہوئے مگر اسلام اور پیغمبر اسلام کا دامن نہ چھوڑا۔ پھر اسلام کی خاطر صرف عرب ہی نہیں بلکہ اس وقت کی بڑی بڑی سیاسی قوتوں سے ٹکرا گئے اور تقریباً نصف دنیا پر اسلام کو غالب کر دیا۔

اسلام کے لیے ان کے اسی خلوص، ایثار وقربانی، خدمات اور اَن مِٹ وابستگی کی بنا پر ہی خود خالق کائنات نے ان کے ایمان کو باقی تمام لوگوں کے لیے مثالی قرار دیا۔ انہیں اپنی خوشنودی اور رضا کا سرٹیفکیٹ عطا فرمایا۔ من حیث الجماعت ان کی تعریف و توصیف فرمائی اور اسلام میں ان کی بے پایاں خدمات کا اعتراف فرما کر قیامت تک

کے لیے ان کی صحتِ ایمانی اور دین اسلام کے لیے خدمات پر مہر تصدیق ثبت فرما دی۔ اس کے ساتھ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وحی کی ترجمان زبان سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اجتماعی اور فرداً فرداً تعریف فرمائی اور ان کی خدمات اور خوبیوں کا کھلے دل سے اعتراف فرمایا جن کی تفصیل آج بھی کتب حدیث میں مناقب الصحابہ اور فضائل الصحابہ کے ابواب میں دیکھی جاسکتی ہے۔

یہ بات ظاہر ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معصوم عن الخطا نہیں تھے۔ بعض صحابہ کرام سے بہ تقاضائے بشریت غلطیاں واقع ہوئیں، گناہ سرزد ہوئے اور آپس میں لڑائیوں تک نوبت آئی۔ یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کے ازلی و ابدی علم میں تھیں۔ ان کوتاہیوں کے باوجود جب اللہ تعالیٰ نے ان کے صدقِ ایمان کی گواہی دی، من حیث الجماعت سب کو اپنی رضا کا سرٹیفکیٹ دے دیا اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام میں ان کی خدمات کا اعتراف کیا تو اس کے بعد عقل و انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ صحابہ کرام کی عظمت کا کھلے دل سے اعتراف کیا جاتا اور ان کی جلالت شان کے سامنے کم از کم ایک مسلمان کی گردن تو جھک جاتی مگر بدقسمتی سے اسلام دشمنوں کی سازشوں سے کچھ ایسے عناصر اہل اسلام میں در آئے جن کا مقصد اور مشن ہی یہ ہے کہ صحابہ کرام کی عظمت اور مرتبہ و مقام کو کسی نہ کسی طرح کم کر کے دکھایا جائے، ان کی مخلصانہ خدماتِ اسلام میں کیڑے نکالے جائیں اور ان کے انتہائی بلند اخلاق و کردار کو داغ دار کر کے دکھایا جائے اور یوں اسلام کے ان اولین حاملین کے کردار کو داغ دار ثابت کر کے پورے اسلام کو ہی مشکوک بنا دیا جائے۔

علمائے دین کی دوربین نگاہوں سے دشمنانِ اسلام کی یہ سازش بھلا کیسے اوجھل رہ سکتی تھی اس لیے انہوں نے ہر زمانے میں صحابہ کرام کا دفاع کیا، ان کے حوالے سے پیدا کیے جانے والے شکوک و شبہات کا جواب دیا اور صحابہ کرام کے دینی مرتبہ و مقام اور ان کے حوالے سے شرعی عقیدہ کو اہل اسلام کے لیے واضح کیا ہے۔ ہمارے ممدوح مولانا محمد نافع صاحب نے بڑی ورق گردانی اور محنت شاقہ سے صحابہ کرام کے عظیم مرتبہ

ومقام سے متعلق کبار علمائے کرام اور ائمہ دین کی کچھ ایسی تصریحات مستند اور بنیادی ماٰخذ سے جمع کی ہیں جن تک شاید عام علماء کی بھی رسائی نہ ہو۔ راقم نے ان تصریحات کو ترتیب دے کر اور ان کا اردو ترجمہ کر کے انہیں عام قارئین کے لیے قابل استفادہ بنانے کی کوشش کی ہے۔

صحابہ کرامؓ کے ساتھ حسن ظن رکھنا واجب

صحابہ کرامؓ کے مثالی ایمان اور عمل کی پاکیزگی پر قرآن اور صاحبِ قرآن کی گواہی کے بعد جس کی طرف سطورِ بالا میں اشارہ کیا گیا کم از کم ایک مسلمان کے لیے ان کے بارے میں حسن ظن رکھنا اور ان پر طعن و تشنیع سے بچنا واجب ہے۔ اس لیے علامہ شوکانی فرماتے ہیں:

"......انّ آیات القرآن دالة علی سلامة احوال الصحابة وبرأتهم عن المطاعن واذا کان کذالک وجب علینا ان نحسن الظن بهم الی ان یقوم دلیل قاطع علی الطعن فیهم."❶

"......بے شک قرآنی آیات صحابہ کرام کے تمام احوال کی سلامتی اور ہر قسم کے مطاعن (عیوب) سے بری الذمہ ہونے پر دلالت کرتی ہیں اور جب نصِ قرآنی سے یہ بات ثابت ہے تو ہمارے اوپر واجب ہے کہ ہم ان کے ساتھ حسنِ ظن رکھیں تا آنکہ ان نفوس قدسیہ کی ذات میں کسی طعن/عیب پر کوئی قطعی دلیل قائم نہ ہو جائے۔"

اسی طرح علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ومن اصول اهل السنة والجماعة سلامة قلوبهم والسنتهم لاصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم کما وصفهم الله به فی قوله تعالی والذین جاء وا من بعدهم الآیة (سورة الحشر:١٠)❷

"اہل السنۃ والجماعۃ کے بنیادی اصولوں میں یہ بات بھی داخل ہے کہ

---

❶ ارشاد الفحول از محمد بن علی الشوکانی ص ۶۹ تحت القول الثانی، طبع اول مصری

❷ شرح عقیدہ واسطیہ ص ۱۴۲ (سلامة السنة وقلوب اهل السنة للصحابة جمیعا)

اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملے میں ان کے دل اور ان کی زبانیں سلامت رہتی ہیں (یعنی ان سے بغض رکھتے ہیں نہ زبان درازی کرتے ہیں) جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے ارشاد "والذین جاء وا من بعدھم" میں ان کا یہ وصف بیان کیا ہے۔"

قرآن وحدیث میں جا بجا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف وستائش اور اسلام کے لیے ان کی بڑی خدمات اور حد درجہ ایثار وقربانی کے پیش نظر علمائے عقائد نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر ہمیشہ خیر اور بھلائی سے کرنے کی تاکید کی ہے۔ چنانچہ علامہ تفتازانی فرماتے ہیں:

"......ویکفّ عن ذکر الصحابة الا بخیر." ❶

"......صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جب بھی ذکر کیا جائے تو ہمیشہ خیر یعنی بہتر الفاظ کے ساتھ ہی کیا جائے۔"

اسی طرح علم الکلام اور علم العقائد کے نامور عالم صاحب المواقف قاضی عضدالدین عبدالرحمٰن بن احمد الایجی فرماتے ہیں:

"(المقصد السابع) انه یجب تعظیم الصحابة کلهم والکف عن القدح فیم لان الله سبحانه وتعالی عظمهم واثنی علیهم فی غیر موضع من کتابه." ❷

"(ساتواں مقصد) سارے کے سارے صحابہ کرام کی تعظیم وتوقیر اور ان کی ذات پر طعن وتشنیع اور عیب جوئی سے رکنا واجب ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب (قرآن مجید) میں متعدد مقامات پر ان کی عظمت بیان فرمائی اور ان کی تعریف کی ہے۔"

پھر صاحب مواقف نے یہاں اپنے موقف کے ثبوت میں متعدد قرآنی آیات

---

❶ شرح عقائد نسفی (متن) ص ۱۱۶ مطبع علیمی دہلی

❷ کتاب المواقف مع شرح المواقف ج ۸ ص ۳۷۳ طبع اول الجزء الثامن المقصد السابع طبع مصر

اوراحادیث نبویؐ درج کی ہیں۔

علی ہذاالقیاس صاحب عقیدۃ الطحاویہ صحابہ کرامؓ کے بارے میں اہل السنۃ والجماعت کی سوچ اورطرزِعمل کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

۱. "ونحب اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم، ولا نفرط في حب احد منهم ولا نتبرأ من احد منهم و نبغض من يبغضهم وبغير الخير يذكرهم. ولا نذكرهم الا بخير. وحبهم دين و ايمان و احسان و بغضهم كفر و نفاق و طغيانٌ." ❶

"اور ہم (اہل السنۃ والجماعۃ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے محبت رکھتے ہیں اور ہم ان میں سے کسی ایک کی محبت میں نہ تو افراط سے کام لیتے ہیں اور نہ ان میں سے کسی ایک سے بھی براءت کا اظہارت کرتے ہیں۔ اور ہم ہر اس آدمی سے بغض رکھتے ہیں جو اُن (صحابہ) سے بغض رکھتا ہے اور ان کا ذکر خیر سے نہیں کرتا، اور ہم ان (صحابہ) کا ذکر نہیں کریں گے مگر ہمیشہ خیر (اچھے الفاظ) کے ساتھ، اور ان کی محبت سراپا دین، ایمان اور احسان ہے جب کہ ان کے ساتھ بغض رکھنا کفر، منافقت اور دین سے سرکشی کے مترادف ہے۔"

پھر ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

۲. "ومن احسن القول في اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ وازواجه و ذرياته فقد برئ من النفاق و علماء السلف من الصالحين السابقين والتابعين و من بعدهم من اهل الخير والاثر واهل الفقه والنظر لا يذكرون الا بالجميل ومن ذكرهم بسوءٍ فهو علىٰ غير السبيل." ❷

---

❶ عقیدۃ الطحاویۃ مع شرح للقاضی صدرالدین علی بن علی بن محمد بن ابی العزالحنفی المتوفی ۷۹۲ھ ص ۴۱۴ مکتبہ ریاض
عقیدۃ الطحاوی مطبوعہ دیوبند ص ۷،۸

❷ عقیدۃ الطحاویۃ مع شرح ص ۴۳۷ تا ۴۳۹ مکتبہ ریاض
عقیدۃ الطحاوی مطبوعہ دیوبند ص ۸

''اور جس آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل اولاد کے بارے (عقیدت و محبت کا مظاہرہ کرتے ہوئے) اچھی بات کہی تو یقیناً وہ نفاق/ منافقت سے بری ہو گیا۔ اور تمام علمائے سلف صالحین، تابعین اور ان کے بعد تمام اہل خیر، فقہائے عظام اور دانش ورانِ اسلام جب بھی صحابہ کرام کا ذکر کرتے تھے تو ہمیشہ خیر (اچھے الفاظ) کے ساتھ ہی کرتے تھے۔ اور جو آدمی ان کا ذکر برائی (برے الفاظ) کے ساتھ کرتا ہے وہ راہِ راست کے بجائے غلط راستے پر گام زَن ہے۔''

اسی طرح علامہ سفارینی فرماتے ہیں:

''والذی اجمع علیه اهل السنة والجماعة انه یجب علی کل احد تزکیة جمیع الصحابة باثبات العدالة لهم والکفّ عن الطعن فیهم والثناء علیهم فقد اثنی الله سبحانه علیهم فی عدة آیات من کتابه العزیز.'' [1]

''اہل السنۃ والجماعۃ کا اس بات پر اجماع ہے کہ ہر ایک آدمی پر تمام صحابہ کرام کے لیے عدالت ثابت کر کے ان کا تزکیہ کرنا واجب ہے۔ اسی طرح ان پر طعنہ زنی سے رکنا اور ان کی تعریف کرنا بھی واجب ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابِ عزیز کی متعدد آیات میں ان کی تعریف فرمائی ہے۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا اظہارِ تاسف

جو لوگ (مثلاً رافضی، ناصبی، خارجی وغیرہ) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی دینی عظمت وفضیلت کے باوجود ان پر سب وشتم کرتے ہیں ان پر تاسف کا اظہار کرتے ہوئے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''......عن هشام بن عروة عن ابیه قال قالت لی عائشة رضی الله عنها

---

[1] عقیدہ سفارینی ج ۲ ص ۳۷۱ (فصل فما ذکر الصحابة الکرام بطریق الاحمال الخ)

یا ابن اختی اُمِرُوا ان یستغفروا لاصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فسبوھم." ❶

"حضرت ہشام بن عروہ اپنے باپ (عروہ) سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے فرمایا: اے خواہر زادے قرآن مجید میں لوگوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے حق میں مغفرت طلب کریں اور رحمت کی دعا مانگیں مگر یہ لوگ ان کو سب وشتم کرنے لگے ہیں۔"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس قول کی شرح میں امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"قولھا امروا ان یستغفروا لاصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فسبوھم قال القاضی الظاھر انھا قالت ھذا عند ما سمعت اھل المصر، یقولون فی عثمانؓ ما قالوا واھل الشام فی علیؓ ما قالوا والحروریۃ فی الجمیع ما قالوا و اما الامر بالاستغفار الذی اشارت الیہ فھو قولہ تعالی وَالَّذِیْنَ جَاءُوْا مِنْ بَعْدِھِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وبھذا احتج مالک بانہ لَا حَقَّ فِی الْفَیْءِ لمن حبّ الصحابۃ رضی اللہ عنھم لان اللہ تعالی انما جعلہ لمن جاء بعدھم ممن یستغفرلھم واللہ اعلم." ❷

"آں محترمہ کے قول "لوگوں کو اس بات کا حکم دیا گیا تھا کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرے لیے استغفار کریں مگر انہوں نے گالیاں دینا شروع کر دیں" کے حوالے سے قاضی (عیاض) فرماتے ہیں: ظاہر ہے یہ بات آں محترمہ نے اس وقت ارشاد فرمائی جب انہوں نے اہل مصر کو حضرت عثمان

---

❶ مسلم شریف ج ۲ ص ۴۲۱ تحت ابواب التفسیر

❷ شرح مسلم از امام النووی ص ۴۲۰ تحت حدیث مذکورہ بالا

رضی اللہ عنہ کے خلاف وہ باتیں کہتے سنا جو وہ کہا کرتے تھے اور اہل شام کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے کہتے سنا جو کچھ وہ کہا کرتے تھے جب کہ حروریہ (خوارج) کو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں خلافِ حقیقت باتیں کہتے سنا۔ اور جہاں تک استغفار کے حکم کا تعلق ہے جس کی طرف سیدہ نے اشارہ کیا ہے تو اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے: "اور وہ لوگ جو اُن (مہاجرین و انصار صحابہ) کے بعد آئیں گے وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار! ہماری مغفرت فرما دے اور ہمارے ان بھائیوں کی بھی جو ایمان کے ساتھ ہم سے سبقت لے گئے" (سورۃ حشر: ۵۹:۱۰) اسی آیت سے دلیل پکڑتے ہوئے امام مالک نے کہا ہے کہ جو آدمی صحابہ کرام کو سب و شتم کرے اس کا مالِ فے میں کوئی حق نہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے فے کا حق ان لوگوں کے لیے رکھا ہے جو مہاجرین و انصار کے بعد آئیں گے دوسرے وہ ان کے لیے استغفار کرنے والے بھی ہوں گے۔ واللہ اعلم۔"

صحابہ کرامؓ پر طعن کرنے والے آدمی کے بارے میں ائمہ دین کی رائے

صحابہ کرامؓ کی عظمت پر قرآن وسنت اور تاریخ کی گواہی کے باوجود جو لوگ صحابہ کرامؓ پر طعن و تشنیع کرتے ہیں ان کے بارے میں کبار ائمہ دین کا نقطۂ نظر کیا ہے؟ اس کا اندازہ درج ذیل آراء یا فتاویٰ سے لگایا جا سکتا ہے۔ چنانچہ نامور فقیہ اور اصولی عالم امام سرخسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"......ان اللہ تعالیٰ اثنیٰ علیهم فی غیر موضع من کتابه کما قال تعالی "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ" الآیة ورسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وصفهم بانهم خیرالناس فقال "خیرالناس قرنی الذین انا فیهم" والشریعة انما بلغتنا بنقلهم. فمن طعن فیهم فهو ملحد منابذ الاسلام دواؤه السیف ان لم یتب." [1]

---

[1] اصول السرخسی از امام الفقیه ابوبکر محمد بن احمد بن ابی سهل السرخسی المتوفی ۴۳۸ھ ج ۲ ص ۱۳۴

"اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب (قرآن مجید) کے متعدد مقامات پر صحابہ کرام کی تعریف فرمائی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **محمد رسول الله والذين معه اشداء على الكفار رحماء بينهم** الخ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کی یہ تعریف فرمائی ہے کہ وہ تمام لوگوں سے افضل اور بہترین ہیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: تمام لوگوں میں بہتر لوگ میرے زمانے کے لوگ ہیں جن کے درمیان میں موجود ہوں۔ علاوہ ازیں شریعت انہیں کے ذریعے ہم تک پہنچی۔ پس جو آدمی ان پر طعن و تشنیع کرے وہ ملحد (بے دین) اور اسلام کا دشمن ہے۔ اور اگر اس حرکت/ جرم سے توبہ نہ کرے تو اس کا علاج تلوار (گردن اڑا دینا) ہے۔"

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

غنیۃ الطالبین میں شیخ جیلانی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ

"...... **قال سفيان بن عينيه من نطق في اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم عليه بكلمة فهو صاحب هوى......الخ**" [1]

"حضرت سفیان بن عینیہ کا قول ہے: جو آدمی اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کوئی نازیبا کلمہ کہے تو وہ خواہش کا پجاری ہے نہ کہ شریعت کا۔"

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا فرمان

مشہور محدث اور مجتہد امام احمد بن حنبلؒ نے مختلف مواقع پر صحابہؓ پر طعن کرنے والے کے متعلق فرمایا:

......قال الميمونى قال احمد بن حنبل يا اباالحسن اذا رأيت

[1] غنیۃ الطالبین ص ۱۹۴ مترجم اردو۔ فصل و يعتقد اهل السنة، طبع لاہور

رجلاً یذکر احداً من الصحابة بسوء فاتهمه علی الاسلام."

......قال الفضل بن زیاد سمعت ابا عبد الله یسأل عن رجل تنقص معاویة و عمرو بن العاص أیقال له رافضی؟ فقال انه لم یجرئ علیها الا ولهٗ خبیئة سوءٍ. ما انتقص احد احداً من الصحابة الا ولهٗ داخلة سوءٍ."❶

"حضرت میمونی راوی ہیں کہ امام احمد بن حنبل نے فرمایا: اے ابوالحسن! جب تو کسی آدمی کو دیکھے کہ وہ کسی بھی صحابی کا ذکر برائی سے کر رہا ہے تو سمجھ لے کہ اس کا اسلام ہی مشکوک ہے۔

اسی طرح الفضل بن زیاد کہتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ (امام احمد بن حنبل) سے سنا: ان سے یہ سوال کیا گیا کہ جو آدمی حضرت معاویہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کی تنقیص و تحقیر کرتا ہے تو کیا اسے رافضی کہا جائے گا؟ تو آپ نے فرمایا: جو آدمی بھی ان دونوں صحابہ یا کسی بھی صحابی کی تنقیص کرتا اور اس کی شان گھٹانے کی کوشش کرتا ہے تو یقیناً اس کے باطن میں کہیں نہ کہیں برائی پوشیدہ ہے۔"

"...... (العباس بن عبدالعظیم العنبری) وسمعت احمد فی ذالک المجلس یقول لا ننظر بین اصحاب محمد صلی الله علیه وسلم فیما شجر بینهم ونکل امرهم الی الله والحجة فی ذالک حدیث حاطب."❷

"علی ہذا القیاس عباس بن عبدالعظیم العنبری کہتے ہیں میں نے اس مجلس میں امام احمد بن حنبل کو یہ کہتے ہوئے سنا: محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے

❶ البدایہ والنہایہ لابن کثیر ج ۸ ص ۱۳۹ تحت تذکرہ معاویہ، طبع اول مصری

❷ جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبدالبر ج ۲ ص ۱۰۷

درمیان جو سیاسی اختلافات اور نزاع واقع ہوئے ان کے بارے میں ہم غور و فکر یا بحث نہیں کرتے اور ان کے معاملے کو اللہ کے سپرد کرتے ہیں اور اس موقف پر ہماری دلیل حضرت حاطب (بن ابی بلتعہ) کا واقعہ ہے۔ ❶

قاضی عیاض رحمہ اللہ کی تصریح

معروف فقیہ قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ نے ''کتاب الشفاء'' میں صحابہ کرامؓ کی تعظیم اور ان کے ساتھ عقیدت رکھنے کے حوالے سے مندرجہ ذیل مضمون درج کیا ہے:

---

❶ ... امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنے قول میں صحابی رسول حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے جس واقعہ سے استدلال کیا ہے اس کی اصل کچھ یوں ہے کہ اہل مکہ نے صلح حدیبیہ کے معاہدے کی خلاف ورزی کی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل اسلام کو خفیہ طور پر مکہ مکرمہ پر حملہ کی تیاری کا حکم دیا۔ ایک بدری صحابی حضرت حاطب بن ابی بلتعہ نے مکہ میں مقیم اپنے اہل خانہ کے تحفظ کی نیت سے محض قریش مکہ کی ہمدردیاں حاصل کرنے کی خاطر مکہ مکرمہ جانے والی ایک خاتون کے ہاتھ ایک مراسلہ بھیج دیا جس میں انہیں مکہ پر حملہ کی تیاری کی اطلاع دی گئی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نور نبوت سے اس خفیہ خط پر اطلاع پا کر چند صحابہ کو بھیج کر راستے میں ہی اس خط کو برآمد کروا لیا۔ وہ خط دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب سے پوچھا: یہ تم نے کیا کیا؟ انہوں نے عرض کی یارسول اللہ! میں نے محض قریش کی اپنے بال بچوں کے لیے ہمدردی حاصل کرنے کے لیے ایسا کیا ہے ورنہ میں نے کفر اختیار کیا ہے نہ اسلام سے پھرا ہوں۔ فتح و نصرت کے جو وعدے اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کر رکھے ہیں وہ بہر کیف پورے ہوں گے۔ اس جاسوسی پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے طیش میں آنے اور ان کی گردن اڑا دینے کی اجازت طلب کرنے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں معاف فرما دیا۔

مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

صحیح بخاری، کتاب التفسیر (تفسیر سورۃ الممتحنہ) طبع درسی کلاں کراچی ج ۲ ص ۷۲۶ رقم الحدیث ۴۸۹۰؛ صحیح مسلم، کتاب الفضائل باب من فضائل حاطب بن ابی بلتعہ، قدیمی کتب خانہ کراچی ج ۲ ص ۳۰۲ رقم ۴۶۰۱؛ تفسیر ابن کثیر (سورۃ الممتحنہ) دار احیاء التراث العربی بیروت۔ لبنان ۱۳۸۸ھ ج ۴ ص ۳۴۵-۳۴۴

۱. ومن توقيره وبره صلى الله عليه وسلم توقير اصحابه وبرهم ومعرفة حقهم، والاقتداء بهم، وحسن الثناء عليهم، والاستغفار لهم، والامساک عما شجر بينهم، ومعاداة من عاداهم، والاضراب عن "اخبار المؤرخين" و "جهلة الرواة" و "ضلال الشيعة والمبتدعين القادحة فى احد منهم". و ان يلتمس لهم فيما نقل عنهم من مثل ذالک فيما كان بينهم من الفتن احسن التاويلات ويخرّج لهم اصوب المخارج اذهم اهل ذالک ولا يذكر احد منهم بسوء ولا يغمص عليه امر بل تذكر حسناتهم وفضائلهم وحميدِ سيرهم ويسكت عما وراء ذالک كما قال صلى الله عليه وسلم اذ ذكر اصحابى فامسكوا."[1]

''اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و خدمت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی تعظیم، ان کی اطاعت، ان کے حق (مرتبہ) کی پہچان، ان کی پیروی، ان کی تعریف، ان کے لیے استغفار، ان کے باہمی مشاجرات کی بحث و تمحیص سے رک جانا، ان کے دشمنوں سے دشمنی اور ان میں سے کسی ایک کے بارے میں بھی مورخین، جاہل راویوں، گمراہ شیعوں اور طعنہ زن بدعتیوں کے افکار و نظریات سے اعراض بھی داخل ہے اور یہ امر بھی داخل ہے کہ ان سے باہمی فتنوں اور لڑائیوں کے حوالے سے جو کچھ منقول ہے اس کے بارے میں کچھ اچھی تاویل تلاش کی جائے اور بہترین راہ نکالی جائے جو اُن کے شایانِ شان ہو۔ اور کسی صحابی کا ذکر بھی برائی سے نہ کیا جائے اور نہ اس کے کسی معاملے میں عیب تلاش کیا جائے بلکہ

---

[1] الشفاء بتعريف حقوق المصطفىٰ للقاضى عياض بن موسىٰ المالكى الاندلسى ص ۴۹-۵۰ جلد ثانی طبع مصر۔ فصل ومن توقیرہ وبرہ الخ؛ نسيم الرياض شرح الشفاء للشهاب الخفاجیؒ ص ۴۶۶-۴۶۷ جلد ثالث؛ شرح الشفاء لعلی القاریؒ جلد ثانی ص ۸۸-۸۹ فصل مذکور طبع مصری

ان کی نیکیوں، فضائل اور عمدہ سیرت کا تذکرہ کیا جائے اور اس کے علاوہ جو کچھ ہے اس سے اپنی زبانوں کو روک دیا جائے جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جب میرے صحابہ کا ذکر کیا جائے تو ان کی برائی کرنے سے رک جاؤ۔"

اسی فصل مذکور میں قاضی عیاض نے تابعی مشہور "ایوب السختیانی" کا قول ذکر کیا ہے:

۲. "...... ومن احسن الثناء علی اصحاب محمد صلعم فقد بریٔ من النفاق و من انتقص احداً منهم مبتدع مخالف للسنة والسلف الصالح. واخاف ان لا یصعد له عمل الی السماء حتی یحبهم جمیعا ویکون قلبهٗ سلیماً." ❶

"......اور جس آدمی نے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھے لفظوں سے یاد کیا تو وہ نفاق سے بری ہو گیا اور جس نے ان میں سے کسی کی بھی شان کم کرنے کی کوشش کی تو وہ بدعتی اور سنت اور سلف صالحین کے طریقہ کی مخالفت کرنے والا ہے اور میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ اس کا کوئی بھی نیک عمل شرف قبولیت نہیں پائے گا جب تک کہ وہ ان تمام سے محبت نہ رکھے اور اس کا دل صحابہ کی طرف سے پاک صاف نہ ہو جائے۔"

قاضی عیاض زیر بحث مسئلے میں مزید فرماتے ہیں:

۳. "...... فصل: وسب آل بیتهٖ وازواجهٖ واصحابهٖ صلی الله علیه وسلم وتنقصهم حرام ملعونٌ فاعلهٗ." ❷

---

❶ الشفاء للقاضی عیاض ج ۲ ص ۵۱ طبع مصر۔ فصل ومن توقیرہ وبرہ صلی الله علیه وسلم توقیراصحابہ وبرھم۔ (قاضی مذکور چھٹی صدی کا ثقہ عالم ہے۔)

❷ الشفاء للقاضی عیاض ج ۲ ص ۳۲۸ فصل آخر
نسیم الریاض خفاجی ج ۴ ص ۶۰۳ فصل آخر
شرح شفا لعلی قاری ج ۲ ص ۵۵۴ فصل آخر

"فصل: اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت، آپ کی ازواج مطہرات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو گالی دینا ممنوع ہے اور ایسا کرنے والا معلون ہے۔"

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی تصریح

زیر بحث مسئلے میں علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وھذا مما لا نعلم فیہ خلافاً بین اھل الفقہ والعلم من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین لھم باحسان وسائر اھل السنۃ والجماعۃ فانھم مجموعون علی ان الواجب الثناء علیھم والاستغفار لھم والترحم علیھم والترضی عنھم واعتقاد محبتھم وموالاتھم وعقوبۃ من اساء فیھم القول." [1]

"اور یہ بات اُن مسلّمہ امور میں سے ہے جس کے بارے میں ہم صحابہ کرام، تابعین اور تمام اہل السنۃ والجماعۃ کے اہل علم وفقہ کے درمیان کوئی اختلاف نہیں جانتے اور سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ صحابہ کرام کی تعریف وستائش کرنا، ان کے لیے استغفار کرنا، ان کے لیے محبت بھرے جذبات رکھنا، ان پر راضی رہنا، ان کے ساتھ عقیدت اور محبت رکھنا واجب ہے۔ اور جو آدمی ان کے بارے میں بدزبانی کرے اسے سزا دینا بھی واجب ہے۔"

عبداللہ بن السوار کا قول

مشہور محدث حضرت عبداللہ بن سوار حُبِّ صحابہؓ کے حوالے سے فرماتے ہیں:

"......قال حرب بن اسماعیل سمعت عبداللہ بن السوار القاضی (المتوفی ۲۲۸ھ) یقول السنۃ عندنا تقدیم ابی بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ والحب للصحابۃ جمیعاً والکف عن مساویھم وعظیم الرجاء لھم." [2]

---

[1] الصارم المسلول لابن تیمیہ رحمہ اللہ الحرانی ص ۵۸۳۔ طبع اول دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن

[2] تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۲۴۸ تحت عبداللہ بن السوار البصری القاضی

"......حرب بن اسماعیل کہتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن السوار القاضی کو یہ کہتے سنا کہ ہمارے نزدیک تمام صحابہ کرام میں سے حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی تقدیم اور سارے صحابہ کرام سے محبت رکھنا اسی طرح بتقاضائے بشریت ان سے سرزد ہونے والے گناہوں کے معاملے میں اپنی زبان کو روک رکھنا اور ان کے لیے رحمت ایزدی کی امید رکھنا اہل السنۃ والجماعت کا طریقہ ہے۔"

صحابہ کرامؓ۔ مسلمانوں میں خیر و برکت کا موجب

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا وجود قیامت تک کے لیے مسلمانوں میں خیر و برکت کا موجب ہے۔ اس چیز کی وضاحت کرتے ہوئے شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وامّا الخلفاء والصحابة فكل خير فيه المسلمون الى يوم القيامة من الايمان والاسلام والقرآن والعلم والمعارف والعبادات و دخول الجنة والنجاة من النار وانتصارهم على الكفار وعلو كلمة الله فانما هو ببركة مافعله الصحابة الذين بلغوا الدين وجاهدوا في سبيل الله وكل مومن امن بالله فللصحابة رضى الله عنهم عليه فضل الى يوم القيامة وكل خير فيه الشيعة وغيرهم فهو ببركة الصحابة وخير الصحابة تبع لخير الخلفاء الراشدين فهم كانوا اقوم بكل خير في الدين والدنيا من سائر الصحابة. فكيف يكون هؤلاء منبع الشرّ ويكون اولئك الرافضة منبع الخير."[1]

"جہاں تک خلفائے راشدینؓ اور صحابہ کرامؓ کا معاملہ ہے تو اس سلسلے میں مختصر

---

[1] منہاج السنۃ لابن تیمیہ حصہ سوم ص ۲۴۵

طور پر یہی بات کہی جا سکتی ہے کہ قیامت کے دن تک مسلمانوں کو ایمان، اسلام، قرآن، علم، معارف، عبادات، جنت میں داخلہ، جہنم کی آگ سے نجات، کفار کے مقابلے میں اُن (مسلمانوں) کی نصرت اور دنیا میں کلمۃ اللہ کا عروج جیسی بھلائیاں ملیں گی وہ سب صحابہ کرام کی خدمات کی برکت سے ہے جنھوں نے دین کی تبلیغ کی اور اللہ کے راستے میں جہاد کیا۔ اور ہر مومن پر جو اللہ پر ایمان لایا صحابہ کرام کو قیامت تک ایک فضیلت حاصل ہے۔ علاوہ ازیں شیعہ وغیرہ جیسے معاندین صحابہ کرام کو جو بھی بھلائی (خیر) پہنچ رہی ہے وہ بھی صحابہ کرام کی برکت سے ہے۔ اور صحابہ کرام کی خیر خلفائے راشدین کی خیر کی تابع ہے۔ تو جو صحابہ کرام دین و دنیا میں ہر قسم کی خیر و بھلائی کا موجب ہیں تو وہ شر کا منبع اور رافضی خیر کا منبع کس طرح ہو گئے؟"

صحابہ کرامؓ۔ بے نظیر

یہ محض عقیدت نہیں بلکہ ایسی حقیقت ہے جس پر تاریخ گواہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی۔ چنانچہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"فمن استقرأ اخبار العالم فی جمیع الفرق تبیّن له انه لم یکن قط طائفة اعظم اتفاقاً علی الهدی والرشد وابعد عن الفتنة والتفرق والاختلاف من اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم الذین هم خیر الخلق بشهادة الله لهم بذالک اذ یقول تعالی. كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ......الخ."[1]

"جو آدمی بھی اقوام عالم اور انسانی تاریخ کا مطالعہ کرے گا اس پر یہ بات

---

[1] منہاج السنۃ لابن تیمیہ حصہ سوم ج ۳ ص ۲۴۱۔ تحت واما قوله الخلاف التاسع فی زمن امیر المومنینؓ

واضح ہو جائے گی کہ دنیا میں کوئی ایسی جماعت نہیں گزری جو من حیث الجماعت رشد و ہدایت کے معاملے میں اتفاق اور فتنہ و تفرقہ بازی اور اختلاف سے بچنے کے معاملے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام سے بڑھ کر ہو جو تمام مخلوق میں سب سے افضل ہیں کیوں کہ اس چیز کی خود اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے گواہی دی ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ''تم ایک بہترین جماعت ہو جسے انسانوں کی نفع رسانی کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔''

جو آدمی بھی صحابہ کرامؓ کا گستاخ ہو اور انہیں سب وشتم کرے (گالیاں دے) تو محدثین کے نزدیک وہ اس قابل نہیں کہ ایسے جھوٹے آدمی سے روایت حدیث قبول کی جائے۔ چنانچہ یحیٰی بن معین فرماتے ہیں:

''سمعت یحیٰ بن معین یقول تلید کذاب، کان یشتم عثمانؓ وکل من یشتم عثمان او طلحة او احدا من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم دجال لا یکتب عنه وعلیه لعنة الله والملائكة والناس اجمعین.''[1]

''تلید (نامی راوی) بہت جھوٹا آدمی ہے کیوں کہ وہ حضرت عثمان (ذوالنورین) رضی اللہ عنہ کو سب وشتم کیا کرتا تھا اور ہر وہ آدمی جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ یا حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی کو بھی سب وشتم کرے وہ دجال ہے، اس سے روایتِ حدیث نہیں لی جائے گی۔ علاوہ ازیں (شرعی نقطۂ نظر سے) اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام لوگوں سمیت سب کی طرف سے لعنت کا مستحق ہے۔''

خیریتِ صحابہ کرامؓ کا لزوم اور معائب و مطاعن صحابہؓ کا عدم جواز

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت شان کے حوالے سے قرآن و حدیث میں وارد قطعی نصوص کے پیشِ نظر ائمہ دین نے کہا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھلائی کے ساتھ

[1] التاریخ لیحیٰ بن معین ج ۳ ص ۵۴۶ (۲۶۷۰) روایت

ذکر کرنا واجب ہے جب کہ ان کی برائی بیان کرنا، عیب جوئی اور تنقیص ناجائز ہے۔ چنانچہ علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

"خیر الامة بعد النبی صلی الله علیه وسلم ابوبکر و عمر بعد ابی بکر و عثمان بعد عمر و علی بعد عثمان و وقف قوم وهم خلفاء راشدون مهدیون ثم اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم بعد هولاء الاربعة خیر الناس لایجوز لاحد ان یذکر شیئا من مساویهم ولا یطعن علی احد منهم بعیب ولا نقص فمن فعل ذلک فقد وجب تادیبه وعقوبته لیس له ان یعفو عنه بل یعاقبه ویستتیبه فان تاب قبل منه وان ثبت اعاد علیه العقوبة وخلده فی الجلس حتی یموت او یراجع." [1]

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ساری امت سے افضل ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ افضل ہیں۔ یہ چاروں خلفائے راشدین مہدیین ہیں۔ پھر اِن خلفائے اربعہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام تمام لوگوں سے افضل ہیں۔ کسی بھی آدمی کے لیے یہ بات جائز نہیں کہ وہ ان کی کوئی برائی بیان کرے اور نہ کسی قسم کے عیب اور تنقیص کے ذریعے کسی بھی صحابی پر طعن کرنا جائز ہے۔ جو آدمی اس قسم کے جرم کا ارتکاب کرے تو اس کی تادیب اور اسے سزا دینا واجب ہے۔ اس گستاخی سے درگزر کرنا جائز نہیں بلکہ اس کی تادیب کی جائے گی اور اس سے اس گستاخی پر توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا۔ اگر وہ توبہ کرلے تو اس کی توبہ قبول کی جائے گی۔ اور اگر وہ

---

[1] ابن تیمیه الحرانی: الصارم المسلول علی شاتم الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ص ۵۷۳ طبع اولیٰ فصل فی حکم سب اصحابه صلی الله علیه وسلم و سب اهل بیته، طبع حیدرآباد دکن

صحابہ کی گستاخی پر اصرار کرے تو دوبارہ اسے سزا دی جائے گی اور قید میں رکھا جائے گا یہاں تک کہ وہ اپنی موت آپ مر جائے یا گستاخی سے رجوع کرلے۔"

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں ایک مسلمان کی کیا سوچ ہونی چاہیے اور ان کی فضیلت وعظمت کے بارے میں قرآن وحدیث کے اندر وارد نصوص کے پیش نظر ان کے معاملے میں کتنی احتیاط کی ضرورت ہے، اس امر کی وضاحت کے لیے صاحب مطالع الانوار نے فضل الصحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کا عنوان قائم کرتے ہوئے لکھا ہے:

"......اقول المبحث الخامس فی فضل الصحابة رضی الله عنهم اجمعین یجب تعظیم جمیع اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم والکف عن مطاعنهم وحسن الظن بهم و ترک التعصب والبغض لبعضهم علی بعض و ترک الافراط فی محبة بعضهم علی وجه یفضی الی عداوة آخرین منهم والقدح فیهم فان الله تعالی اثنی علیهم فی مواضع کثیره منها قوله تعالیٰ والسابقون الاوّلون من المهاجرین والانصار و قوله تعالی یوم لا یخزی الله النبی والذین اٰمنوا معه و قوله تعالی والذین معه اشداء علی الکفار رحماء بینهم رکعا سجدا یبتغون فضلا من الله ورضوانا وقوله تعالی لقد رضی الله عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرة وقد اثنی رسول الله صلی الله علیه وسلم علیهم وهم بذلوا المجهود فی نصرة رسول الله علیه السلام بالجهاد وصرف الاموال وقوله علیه السلام لا تسبوا اصحابی لو انفق احدکم ملأ الارض ذهبا ما بلغ مد احدهم ولا نصیفه...... وقال رسول الله

علیہ السلام اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوھم بعدی غرضا من احبھم فبحبی احبھم ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم ومن اٰذاھم فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ ومن اٰذی اللہ یوشک ان یؤخذ فمن یؤمن باللہ ورسولہ کیف یجوز ان یبغض من ھو موصوف بھذہ الصفات وما نقل عن المطاعن فعلی تقدیر صحتہ لہ محامل وتأویلات و مع ذلک لا یعادل ما ورد فی مناقبھم وحکی عن آثارھم المرضیۃ وسیرھم الحمیدۃ نفعنا اللہ بمحبتھم اجمعین وجعلنا لھدیھم متبعین وعصمنا عن زیغ الضالین وبعثنا یوم الدین مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا۔"[1]

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کی تعظیم، ان کے مطاعن سے زبان بندی، ان کے ساتھ حسن ظن رکھنا، بعض صحابہ کے مقابلے میں بعض سے بغض وتعصب کا چھوڑ دینا، اسی طرح بعض کے مقابلے میں بعض سے ایسی محبت جو دوسروں کی عداوت اور ان پر طعنہ زنی کا ذریعہ بن جائے، کا چھوڑ دینا واجب ہے۔ کیوں کہ خود اللہ تعالیٰ نے متعدد مقامات پر ان کی تعریف و توصیف فرمائی ہے۔ چند ارشاداتِ الٰہی ملاحظہ ہوں:

۱۔ مہاجرین اور انصار میں سے ایمان کے معاملے میں سب سے پہل اور سبقت کرنے والے۔

۲۔ جس دن اللہ تعالیٰ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ ایمان لانے والوں کو رسوا نہیں کرے گا۔

---

[1] کتاب مطالع الانظار فی شرح طوالع الانوار ص ۲۳۸، ۲۳۹ طبع مصر مطبع خیریہ طبع ۱۳۲۳ھ
نوٹ: طوالع الانوار قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۵۸ھ کی تصنیف ہے اور اس کی شرح مطالع الانظار ابوالثنا شمس الدین بن محمود بن عبدالرحمٰن الاصفہانی متوفی ۷۴۹ھ کی تالیف ہے۔

۳۔اور وہ لوگ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں کفار کے مقابلے میں سخت اور آپس میں رحم کرنے والے ہیں تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے ہوئے سجدہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے فضل اور خوش نودی کی تلاش میں۔

۴۔اللہ تعالیٰ اہل ایمان سے راضی ہو گیا جب وہ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد احادیث میں ان کی تعریف و ستائش فرمائی ہے کیوں کہ انہوں نے جہاد اور اپنے مال خرچ کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ چند ارشادات نبوی ملاحظہ ہوں:

ا۔میرے صحابہ کو گالی نہ دینا اس لیے کہ تم میں سے کوئی آدمی زمین بھر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کر دے تو اتنی بڑی مقدار میں بھی اس کا انفاق صحابہ کے ایک آدھ مد (آدھ پون سیر جو یا کھجور) کے برابر نہیں ہو سکتا۔

۲۔میرے صحابہ کے معاملے میں اللہ سے ڈرتے رہنا، میرے بعد انہیں تنقید کا نشانہ نہ بنانا، جس آدمی نے ان سے محبت رکھی اس نے میری محبت کے باعث ان سے محبت رکھی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے میرے ساتھ بغض کے باعث ان سے بغض رکھا اور جس نے انہیں اذیت پہنچائی تو اس نے مجھے اذیت پہنچائی اور جس نے مجھے اذیت دی تو اس نے اللہ کو اذیت دی اور جس نے اللہ کو اذیت پہنچائی تو یقیناً اس کا مواخذہ ہو گا۔

پس جو آدمی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہے تو اس کے لیے کیسے جائز ہے کہ وہ ایسے لوگوں سے بغض رکھے جو درج بالا قسم کی صفات سے متصف ہیں اور ان کے حوالے سے جو مطاعن منقول ہیں تو اگر انہیں صحیح بھی مان لیا جائے تو ان کے مخصوص محمل اور تاویلات ہیں۔ اس کے باوجود

ان کے مناقب میں قرآن وحدیث میں جو کچھ وارد ہوا ہے اور ان کے جتنے پسندیدہ آثار اور قابل تعریف سیرت وکردار منقول ہوا ہے، اس کے مقابلے میں مطاعن کی کوئی حیثیت نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان تمام سے محبت کے ذریعے نفع پہنچائے اور ہمیں ان کے راستے کا پیروکار بنائے اور ہمیں گم کردہ راہ لوگوں کی کجی سے محفوظ رکھے اور قیامت کے دن ہمارا حشر ان لوگوں کے ساتھ ہو جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ اور انہیں لوگوں کی رفاقت سب سے اچھی رفاقت ہے۔"

اسی طرح نامور فقیہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں:

"ومن السنة تولّي اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ومحبّتهم وذكر محاسنهم والترحّم عليهم والاستغفار لهم والكف عن ذكر مساويهم وما شجر بينهم و اعتقاد فضلهم ومعرفة سابقتهم...... الخ"[1]

"اور سنت میں یہ امر بھی داخل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرام کے ساتھ عقیدت رکھی جائے، ان سے محبت رکھی جائے، ان کے محاسن (خوبیوں) کا ذکر کیا جائے، ان کے ساتھ الفت و رحمت کا رشتہ قائم کیا جائے، ان کے لیے استغفار کی جائے۔ بتقاضائے بشریت ان سے سرزد ہونے والی غلطیوں اور ان کے درمیان باہمی لڑائی جھگڑوں کے معاملے میں خاموشی اختیار کی جائے، ان کی فضیلت کا اعتقاد رکھا جائے اور ایمان واسلام کے میدان میں ان کی مسابقت کا اعتراف کیا جائے۔"

---

[1] لمعة الاعتقاد لابن قدامة المتوفی ۶۲۰ھ ص۲۴ مطبوعہ المکتب الاسلامی دمشق۔ مکمل نام شیخ الاسلام ابومحمد موفق الدین عبداللہ بن قدامہ ہے۔

کسی صحابی کو بُرا کہنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسند

کسی صحابی کو بُرا کہنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کس قدر ناپسند ہے اس کا اندازہ درج ذیل کی روایت سے لگایا جا سکتا ہے:

”......انه سمع اباهريرة يقول جاء الاسلمی (ماعز بن مالک اسلمی) الٰی نبی الله صلی الله علیه وسلم فشهد علی نفسه انه اصاب امراةً ...... فامر به فرجم فسمع نبی الله صلی الله علیه وسلم رجلین من اصحابه یقول احدهما لصاحبه انظر الٰی هٰذا الذی ستره الله علیه فلم تدعه نفسه حتی رجم رجم الکلب فسکت عنهما ثم سار ساعةً حتی مر بجیفة حمار شائل برجلهٖ فقال این فلان وفلان؟ فقالا نحن ذان یارسول الله فقال انزلا فکلا من جیفة هٰذا الحمار فقالا لا یانبی الله من یاکل من هٰذا قال فمانلتما من عرض اخیکما آنفا اشد من اکل منه والذی نفسی بیده انه الآن لفی انهار الجنة ینغمس فیها.“ ❶

”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہ چشم دید واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حضرت الاسلمی رضی اللہ عنہ (ماعز بن مالک اسلمی) اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ازخود حاضر ہوئے اور اپنی ذات کے خلاف اس بات کی گواہی دی (اعتراف کیا) کہ وہ ایک عورت سے بدکاری کا ارتکاب کر بیٹھے ہیں...... چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اور انہیں سنگ سار کر دیا گیا۔ اس دوران نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ میں سے دو آدمیوں کو گفت گو کرتے ہوئے سنا جن میں سے ایک دوسرے سے کہہ رہا تھا: اس عجیب آدمی کو دیکھو جس کے گناہ پر اللہ نے پردہ ڈالا مگر اس نے اپنا پردہ خود فاش کر دیا حتی کہ وہ

❶ ابوداؤد شریف ج ۲ ص ۲۶۰ تحت باب فی الرجم کتاب الحدود

کتے کو سنگ سار کیے جانے کی طرح سنگ سار کر دیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی یہ گفت گو سن کر خاموش رہے۔ پھر کچھ دیر چلنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک مردار گدھے پر ہوا جس کی ٹانگیں کھڑی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: فلاں اور فلاں صاحب کہاں ہیں؟ ان دونوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم یہاں موجود ہیں۔ فرمایا: تم دونوں سواری سے اترو اور اس مردار گدھے کا گوشت کھاؤ۔ انہوں نے عرض کی: یا نبی اللہ نہیں اس مردار کا گوشت کون کھا سکتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تھوڑی دیر قبل تم نے اپنے بھائی کی جو آبروریزی کی وہ اس مردار کا گوشت کھانے سے زیادہ سخت ہے۔ (مطلب یہ کہ صحابی کو برا کہنا اس حرام کھانے سے زیادہ برا ہے) اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بے شک ماعز اس وقت جنت کی نہروں میں غوطے لگا رہا ہے۔“

الفضل ما شہدت بہ الاعداء

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مذہبی و اخلاقی فضیلت و عظمت اتنی واضح اور اتنی مسلم ہے کہ اپنے تو اپنے رہے انصاف پسند مخالفین بھی اس کا اعتراف کرنے پر مجبور ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ہرقل روم کے سامنے اس کے دربار کے ایک انتہائی بلند پایہ درباری اور دانش ور کی زبانی صحابہ کرام کی بلند اخلاقی کا اعتراف نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

”و روی احمد بن مروان المالکی فی المجالسة: ثنا ابو اسمٰعیل ترمذی ثنا ابومعاویه بن عمرو عن ابی اسحاق قال: کان اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یثبت لهم العدو فواق ناقةٍ عند اللقاء، فقال هرقل وهو علی انطاکیة لما قدمت منهزمة الروم: ویلکم اخبرونی عن هؤلاء القوم الذین یقاتلونکم الیسوا

بشرا مثلكم؟ قالوا: بلى! قال: فانتم اكثر ام هم؟ قالوا: بل نحن اكثر منهم اضعافا في كل موطن! قال: فما بالكم تنهزمون؟ فقال شيخ من عظمائهم. من اجل انهم يقومون الليل ويصومون النهار، ويوفون بالعهد، ويامرون بالمعروف، وينهون عن المنكر، ويتناصفون بينهم، ومن اجل انا نشرب الخمر، ونزني، ونركب الحرام، وننقض العهد ونغضب ونظلم ونأمر بالسخط وننهى عما يرضى الله ونفسد في الارض فقال: انت صدقتني.''[1]

''احمد بن مروان المالکی المجالسۃ میں باسند روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کے سامنے دشمن میدانِ جنگ میں دودھ دوہنے والے کے ہاتھ کے بند کرنے اور کھولنے کے درمیانی وقت کے برابر (ذراسی مہلت) بھی نہیں ٹھہر سکتے تھے۔ اس صورتِ حال میں جب روم کو پے در پے شکست ہو رہی تھی تو ہرقل روم نے جب کہ وہ انطاکیہ میں تھا، اپنی افواج سے کہا: تم لوگ ہلاک ہو جاؤ مجھے ان لوگوں کے بارے میں بتاؤ جو تم سے جنگ کر رہے ہیں کیا تمہاری طرح انسان نہیں؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں انسان ہیں۔ اس نے پوچھا تعداد میں تم زیادہ ہو یا وہ ہیں؟ انہوں نے بتایا بے شک ہر میدانِ جنگ میں ہم ان سے کئی گنا زیادہ ہوتے ہیں۔ تو اس نے پوچھا: پھر کیا وجہ ہے کہ تم شکست پر شکست کھا رہے ہو؟ تو ان کے افسرانِ بالا میں سے ایک بزرگ نے کہا: اس وجہ سے کہ وہ لوگ رات کو قیام اللیل (رات بھر عبادت) کرتے ہیں، دن کو روزہ رکھتے ہیں، عہد کو پورا کرتے ہیں، نیکی کا حکم دیتے ہیں، برائی سے روکتے ہیں اور اپنے درمیان انصاف قائم کرتے ہیں اور ہم لوگ اس لیے مسلسل پسپا ہو رہے ہیں کہ ہم شراب پیتے ہیں، بدکاری کرتے ہیں، حرام کا ارتکاب کرتے ہیں، عہد کو توڑتے ہیں، لوگوں کا

---

[1] البدایہ والنہایہ لابن کثیر ج ۷ ص ۱۵ تحت واقعہ یرموک

حق غصب کرتے اور ظلم کرتے ہیں، ناپسندیدہ چیزوں کا حکم کرتے ہیں، جن کاموں سے اللہ راضی ہے ان سے روکتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں۔ اس وضاحت پر ہرقل نے کہا: تو نے بالکل سچ کہا۔"

اسی مضمون اور دشمن کے اعتراف پر مشتمل ایک دوسری روایت منقول ہے:

"...... وهزم الروم وقتل اميرهم القيقلان. وكان قد بعث رجلا من نصارى العرب يتجسّس له امر الصحابة. فلما رجع اليه قال: وجدت قوما رهبانا بالليل فرسانا بالنهار، لو اسرق فيم ابن ملكهم لقطعوه او زنٰى لرجموه. فقال له القيقلان: والله لئن كنت صادقا لبطن الارض خير من ظهرها."[1]

"رومی افواج کو شکست ہوئی اور ان کا امیر (سپہ سالار) القیقلان مارا گیا۔ امیر مذکور نے عرب کے عیسائیوں میں سے ایک آدمی کو صحابہ کرام کے معاملے کی جاسوسی کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ تو جب وہ اس کے پاس واپس پہنچا تو اس نے بتایا: میں نے ایک ایسی قوم دیکھی جو رات کے وقت راہب (عبادت گزار) اور دن میں (میدانِ جنگ کے اندر) گھڑسوار ہوتے ہیں۔ ان کے انصاف اور قانون پر عمل درآمد کا یہ عالم ہے اگر ان کے بادشاہ کا بیٹا بھی چوری کا مرتکب ہو تو سزا میں اس کا ہاتھ کاٹ دیں اور اگر زنا کرے تو اسے سزا میں سنگسار کر دیں۔ اس پر قیقلان نے اس سے کہا: اگر اس بات میں تو سچا ہے تو پھر ہمارے لیے زمین کا پیٹ اس کی پشت سے بہتر ہے (یعنی پھر ہمارا مر جانا ہی بہتر ہے)۔"

[1] البدایہ والنہایہ لابن کثیر ج ۷ ص ۷ تحت واقعہ یرموک

اتباعِ خلفائے راشدینؓ

قرآن و حدیث کی تصریحات اور قطعی نصوص کے مطابق ہمارے آقا و مولا سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری نبی و رسول ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت و رسالت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ اب بعثتِ نبوی کے اغراض و مقاصد کو پایۂ تکمیل پہنچانا اور اہداف کو پانا دوسرے لفظوں میں دنیا بھر میں دین کے فروغ اور دین اسلام کو غالب کرنے کی زیادہ تر ذمہ داری شرعی و اصولی طور پر چونکہ آپ کے جانشینوں، نائبین اور قائم مقاموں یعنی خلفاء پر عائد ہوتی تھی اس لیے ایک حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو ہدایت فرمائی:

"عليكم بسنّتي وسنّة الخلفاء الراشدين المهديّين."

"تمہارے اوپر میرے راہِ راست پر چلنے والے اور ہدایت یافتہ خلفاء کے طریقے کی پیروی لازم ہے۔"

اس حدیث کے الفاظ سے واضح ہے کہ اس میں آنجناب علیہ السلام نے اپنے جانشینوں یا خلفاء میں سے کسی کا نام نہیں لیا البتہ ان کی علامت بتائی ہے کہ وہ اپنی زندگی، طرزِ عمل اور طرزِ حکومت میں قرآن و حدیث اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر چلنے والے ہوں گے۔ ان کا منہج حکومت و خلافت منہج نبوی کے عین مطابق ہو گا۔ تاریخ اور مشاہدہ کی گواہی یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد منصبِ خلافت سنبھالنے والے خلفاء میں سے اب تک درج بالا معیار نبوی اور کسوٹی پر کما حقہ پورا اترنے والے حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان بن عفان اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم اجمعین ہی گزرے ہیں۔ بعض روایات میں حضرت ابوبکر اور

حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ناموں کی صراحت بھی ملتی ہے۔ اس لیے اہل سنت والجماعت کے تمام مکاتبِ فکر کے نزدیک "خلفائے راشدین" کا اطلاق انہی مذکورہ چار اور پیغمبر اسلام کے انتہائی قریبی اور بااعتماد ساتھیوں پر ہوتا ہے، جن کے ذاتی فضائل ومناقب، اسلام کے لیے خدمات اور کارناموں کے اپنے پرائے سب معترف ہیں۔

اسلامی ریاست اور مسلمان معاشروں کو سیاسی اور معاشرتی اعتبار سے مستحکم اور اسلامی اقدار، اخلاق اور روایات پر قائم اور ثابت قدم رکھنے کے لیے قرآن و حدیث میں خلفائے راشدین کی اتباع اور پیروی کا حکم دیا گیا ہے۔ ہمارے ممدوح حضرت مولانا محمد نافع صاحب رحمہ اللہ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ والہانہ عقیدت و محبت کے طبعی ذوق کے پیش نظر خلفائے راشدین کی اتباع کے حوالے سے چند آیات و روایات اور ائمہ دین کی مستند تصریحات اور اقوال (مواد) کو جمع کیا ہے جن میں خلفائے راشدین کے اتباع کی ترغیب پائی جاتی ہے۔ راقم نے آئندہ سطور میں اپنی سوجھ بوجھ کے مطابق اس مواد کو ترتیب دینے اور اردو دان طبقہ اور کم تعلیم یافتہ لوگوں کے لیے عربی عبارات کا اردو ترجمہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اہل ایمان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ.﴾ (سورۃ النساء:۵۹)

"اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اپنے میں سے اہلِ حکومت کی۔"

اس آیت کی تشریح کے ضمن میں مولانا فرماتے ہیں: "آیت مذکورہ کی تشریح و توضیح کے لیے روایت مسلم شریف ذکر کرنی مناسب ہے۔"

"قال النبی صلی الله علیه وسلم من اطاعنی فقد اطاع الله ومن عصانی فقد عصی الله ومن اطاع امیری فقد اطاعنی ومن عصی

امیری فقد عصانی."

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس آدمی نے میری اطاعت (فرماں برداری) کی تو یقیناً اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی تو اس نے بلاشبہ اللہ کی نافرمانی کی۔ اور جس نے میرے امیر کی فرماں برداری کی تو گویا اس نے میری فرماں برداری کی اور جس نے میرے امیر کی حکم عدولی کی تو گویا اس نے میری حکم عدولی کی۔

اسی طرح ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَإِذَا جَآءَ هُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوْا بِهٖ وَلَوْ رَدُّوْهُ إِلَى الرَّسُوْلِ وَإِلٰٓى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ.﴾ (سورۃ نساء:۸۳)

اور جب انہیں کوئی بات امن یا خوف کی پہنچتی ہے تو یہ اسے پھیلا دیتے ہیں اور اگر یہ لوگ اسے رسول کے یا اپنے میں سے صاحبانِ امر کے حوالہ کر دیتے تو ان میں سے جو لوگ استنباط کی صلاحیت رکھتے ہیں اس کی حقیقت بھی معلوم کر لیتے۔

مسلمان خلفاء یا امراء کی اتباع اور فرماں برداری کے مسئلہ میں درج بالا دو قرآنی آیات سے خلفائے راشدین کی اتباع پر استدلال کے بعد حضرت مولانا نے مستند کتبِ حدیث سے متعدد ایسی روایات درج کی ہیں جن میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے خلفائے راشدین اور بعض روایات میں حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم کا نام لے کر ان کی فرماں برداری کا حکم دیا ہے۔ چوں کہ ایک ہی مضمون کی روایات ہیں اس لیے کہیں کہیں تکرار بھی معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ مولانا لکھتے ہیں:

۱. "عن عرباض بن سارية قال قام فينا رسول الله صلى الله عليه وسلم

ذات یوم فذکر الحدیث الی ان قال علیکم بتقوی اللہ والسمع والطاعۃ وان کان عبدا حبشیا وسترون من بعدی اختلافا کثیرا فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین عضوا علیکم بالنواجذ وایاکم ومحدث الامور...... الخ" (اخرجہ ابن ماجہ و ترمذی و احمد)[1]

''حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان کھڑے ہوئے پھر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بات چیت ارشاد فرمائی جس میں یہ بھی فرمایا کہ تمہارے اوپر لازم ہے کہ تم اللہ کی نافرمانی سے ڈرو۔ اور (اپنے حاکم وامیر کی بات) سنو اور (اس کی) فرماں برداری کرو اگرچہ وہ امیر ایک حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو اور عن قریب تم میرے بعد بہت سا اختلاف وانتشار دیکھو گے تو ایسے حالات میں تم پر میرے اور راہِ راست پر چلنے والے ہدایت یافتہ خلفاء کے راستے پر چلنا لازم ہے۔ داڑھوں کے ساتھ میرے اس راستے کو مضبوطی سے پکڑے رہو اور دین میں نئی نئی چیزیں (بدعات) پیدا کرنے سے بچتے رہو۔''

اس کے بعد اس روایت کے مزید مآخذ کی نشان دہی کرتے ہوئے مولانا فرماتے ہیں:

''السنن الکبریٰ بیہقی جلد عاشر ص ۱۱۴ پر یہ روایت عرباض کی مکمل سند کے ساتھ مفصل موجود ہے۔ الفاظ قریباً ایک جیسے ہیں۔ اور مستدرک حاکم جلد اول کتاب العلم ص ۹۶-۹۷ پر بھی عن عرباض بن ساریہ یہی مفصل روایت علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین الخ موجود ہے۔ اور پانچ عدد اسانید کے ساتھ اس کو بار بار روایت کیا ہے۔''

۲۔ ایک حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] قرۃ العینین شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ص ۲۵-۲۶ طبع مجتبائی دہلی، ازالۃ الخفاء جزء اول ص ۳۱

"اعهد اليكم ان تتقوا الله وتلزموا سنتي وسنة الخلفاء الهادية المهدية فعضوا عليها بالنواجذ و ان استعمل عليكم عبد حبشي فاسمعوا له واطيعوا فان بدعة ضلالة." ❶

"میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہنا اور میری سنت (طریقے) کو پکڑے رہنا اور راہِ راست پر چلنے والے ہدایت یافتہ خلفاء کی سنت کو بھی لازم پکڑنا بلکہ دانتوں کے ساتھ اسے مضبوطی سے پکڑے رہنا۔ اگر تمہارے اوپر کوئی حبشی غلام بھی عامل (حاکم) بنا دیا جائے تو اس کی (جائز) بات سننا اور اس کی فرماں برداری کرنا۔ بے شک دین میں پیدا کردہ ہر جدید چیز گمراہی ہے۔"

۳۔ ارشادِ نبوی ہے:

"ان الله تعالیٰ رضی لكم ثلاثا وكره لكم ثلاثا رضی لكم ان تعبدوه ولا تشركوا به شيئا وان تعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا وتسمعوا وتطيعوا لمن ولی الله امركم وكره لكم قيل و قال وكثرة السوال واضاعة المال." ❷

"بے شک اللہ تعالیٰ تین چیزوں کو تمہارے لیے پسند اور تین چیزوں کو ناپسند فرماتا ہے۔ وہ تمہارے لیے یہ پسند فرماتا ہے کہ تم اس کی بندگی کرو اور کسی چیز کو (اس کی ذات وصفات میں) اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ اور یہ کہ تم اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہو اور تفرقہ بازی نہ کرو اور یہ کہ اللہ جس آدمی کو تمہارے معاملے (حکومت) کا والی بنائے اس کی بات سنو اور اطاعت کرو۔ اور تمہارے لیے قیل و قال (تکرار، بحث و مباحثہ)، بلاضرورت زیادہ سوالات اور مال کے ضیاع کو ناپسند فرماتا ہے۔"

---

❶ کنز العمال ج اول ص ۵۴ بحوالہ البغوی

❷ کنز العمال جلد اول ص ۵۲ بحوالہ البغوی عن ابن جریر

اس حدیث کے الفاظ سے ملتے جلتے الفاظ میں ایک روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یوں مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"آمرکم بثلاث آمرکم ان تعبدوا اللہ ولاتشرکوا بہ شیئا وتعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا ولستمعوا واطیعوا لولی امرکم." ❶

"میں تمہیں تین چیزوں کا حکم دیتا ہوں ایک یہ کہ اللہ کی بندگی اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ، دوسرے یہ کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رکھو اور تفرقہ نہ ڈالو اور تیسرے یہ کہ اپنے امر (حکومت) کے والی کی اطاعت کرو۔"

۴. "عن ام الحصین قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان امر علیکم عبد مجدع یقودکم بکتاب اللہ فاسمعوا لہ واطیعوا." (رواہ مسلم) ❷

"حضرت ام الحصین رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کوئی ناک کان کٹا غلام بھی تمہارا امیر بنا دیا جائے جو کتاب اللہ کے مطابق تمہاری قیادت (حکومت) کرے تو اس کی بات سنو اور اطاعت کرو۔"

۵. "عن انس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اسمعوا واطیعوا و ان استعمل علیکم عبد حبشی کان راسہ ربیبة." (رواہ البخاری) ❸

"حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

❶ موضع اوھام الجمع والتفریق لخطیب بغدادی جلد ثانی ص ۱۵۲
❷ مشکوٰۃ المصابیح کتاب الامارۃ ص ۳۱۹
❸ مشکوٰۃ المصابیح کتاب الامارۃ ص ۳۱۹

(اطاعت امیر کی اہمیت وضرورت بیان کرتے ہوئے) فرمایا: اپنے اربابِ اختیار کی بات (ہمیشہ) سنتے رہنا اور اطاعت کرنا چاہے تمہارے اوپر ایسا حبشی غلام امیر بنا دیا جائے جس کا سر گویا کشمش کے دانے کی مانند چھوٹا سا ہو۔"

بعض روایات سے اندازہ ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعد خلفائے اربعہ کی بالترتیب خلافت کے خواہاں تھے اور شاید آنجناب علیہ السلام کو اپنے نورِ نبوت کی بنیاد پر اس بات کا علم بھی تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایسا ہی ہوگا۔ ذیل میں اس قسم کی پیش گوئی پر مشتمل حضرت مولانا محمد نافع رحمہ اللہ کی جمع کردہ چند روایات ملاحظہ ہوں۔

حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء کا حکم نبوی

بعض روایات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا باقاعدہ نام لے کر ان کی اقتداء اور پیروی کا حکم دیا ہے۔ حضرت مولانا کی جمع کردہ اس قسم کی چند روایات ملاحظہ ہوں:

"عن حذيفة بن اليمان قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اقتدوا بالذين من بعدى ابى بكر و عمر واهتدوا بهدى عمار و اذا حدثكم ابن ام عبد فصدقوه. (اخرجه الحاكم) [1]

"حضرت حذیفہ بن الیمان راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد ابوبکرؓ وعمرؓ کی پیروی کرنا اور حضرت عمار کے رستے پر چلنا اور جب ابن ام عبد (حضرت عبداللہ بن مسعودؓ) تم سے کوئی حدیث بیان کریں تو ان کی تصدیق کرنا (انہیں سچا سمجھنا) امام حاکم نے اس روایت کو نقل کیا ہے۔"

یہی روایت درج ذیل الفاظ میں بھی مروی ہے:

[1] ازالۃ الخفاء (فارسی) حصہ اول ص ۸۹

"عن حذیفة قال کنا جلوسا عند النبی صلی الله علیه وسلم فقال انی لا ادری ما قدر بقائی فیکم فاقتدوا بالذین من بعدی واشار الی ابی بکر و عمر. واهتدوا بهدی عمار وما حدثکم ابن مسعود فصدقوا." (اخرجه الترمذی)[1]

"حضرت حذیفہ (بن الیمان اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہوئے) کہتے ہیں کہ ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حاضرین سے) فرمایا: میں نہیں جانتا کہ میں کتنا عرصہ مزید تمہارے درمیان رہوں گا تو ان لوگوں (خلفاء) کی اقتداء کرنا جو میرے بعد آئیں گے اور حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کی طرف اشارہ فرمایا (نیز یہ بھی فرمایا) اور عمارؓ کے راستے پر چلنا اور جس بات کی خبر تمہیں ابن مسعودؓ دیں تو اس کی تصدیق کرنا۔" اس روایت کو امام ترمذی نے نقل کیا ہے۔

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے مروی یہ روایت الفاظ کے قدرے اختلاف کے ساتھ جامع المسانید امام اعظم مرتبہ المؤید الخوارزمی جلد اول ص ۲۶۶ پر بھی موجود ہے۔ نیز حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء کرنے کے متعلق درج بالا ہدایت نبوی منقول ہے۔[2]

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباسؓ سے فرمایا:

"یا عم رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الله جعل ابابکر خلیفتی

---

1. ازالۃ الخفاء حصہ اول ص ۸۹
2. مسند امام اعظم طبع حلب ص ۱۷۲؛ قرۃ العینین فی فضیلة الشیخین بحوالہ ترمذی والحاکم ص ۵؛ کنز العمال ج ۶ ص ۱۴۲ طبع اول کلاں

علی دین اللہ و وحیہ فاستمعوا لہ تفلحوا و اطیعوہ ترشدوا۔"❶

"اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا: بے شک اللہ تعالیٰ نے دین الٰہی اور اپنی وحی (کتاب اللہ) پر ابوبکر کو میرا خلیفہ (جانشین) بنایا ہے۔ پس تم لوگ اس کی بات سننا تم فلاح پاؤ گے اور اس کا حکم ماننا (اطاعت کرنا) سیدھی راہ چل پڑو گے۔"

حضرت ابودرداء سے مروی ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کی اقتداء کے ساتھ حضرت عمر فاروق کی اقتداء (پیروی) کا حکم فرمایا اور اس کی وجہ بھی بتائی، فرمایا:

"اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکرؓ و عمرؓ فانھما حبل اللہ الممدود ومن تمسک بھما فقد تمسک بالعروۃ الوثقی التی لاانفصام لھا۔" ❷

"میرے بعد ابوبکر و عمر کی پیروی کرنا کیوں کہ وہ دونوں اللہ کی لٹکی ہوئی رسی (کی مانند) ہیں۔ جس آدمی نے ان دونوں کا دامن پکڑ لیا تو گویا اس نے ایک بڑا مضبوط حلقہ تھام لیا جس کے لیے کوئی شکستگی (ٹوٹنا) نہیں۔"

اسی طرح حضرات شیخین کی اقتداء اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مقابلے میں ان کی تقدیم و تفضیل کے بارے میں ایک دوسرا ارشادِ نبوی ہے:

"ما قدمت ابابکر و عمر ولکن اللہ قدمھما ومنّ بھما علیّ فاطیعوھما واقتدوا بذکرھما ومن ارادھما بسوء فانما یریدنی والاسلام۔"❸

---

❶ کنز العمال ج ۶ ص ۱۳۹ بحوالہ ابن مردویہ وابونعیم فی فضائل الصحابۃ والخطیب وابن عساکر عن ابن عباس

❷ کنز العمال ج ۶ ص ۱۴۱ بحوالہ طبرانی عن ابی الدرداء

❸ کنز العمال ج ۶ ص ۱۴۴ بحوالہ ابن النجار عن انس نمبر شمار ۲۳۲۳

''میں نے (از خود اپنے طور پر) حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو دائماً مقدم نہیں جانا بلکہ اللہ نے انہیں (دیگر صحابہ کے مقابلے میں) مقدم کیا اور ان دونوں کے ذریعے میرے اوپر احسان فرمایا ہے۔ پس تم لوگ ان دونوں کا حکم ماننا اور ان کی پیروی کرنا اور جس آدمی نے ان کے ساتھ کسی قسم کی برائی کا ارادہ کیا تو گویا وہ میرے اور اسلام کے ساتھ برائی کا ارادہ کر رہا ہے۔''

حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے لیے اشارات و اقدامات نبوی

پیغمبر اسلام سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی ریاست-ریاستِ مدینہ-کا والی اور حاکم ہونے کی حیثیت سے اپنے بعد اگرچہ کسی بھی آدمی کو اپنا جانشین اور خلیفہ نام زد نہیں فرمایا تاہم متعدد مواقع پر ایسے ارشادات، اشارات اور اقدامات فرمائے جن سے واضح اور ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعد خلفائے اربعہ خصوصاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کا امیر اور خلیفہ دیکھنا چاہتے تھے۔ چنانچہ انہی ارشادات و اقدامات نبوی کے مدنظر اہل حل وعقد، مہاجرین و انصار وصالِ نبوی کے فوراً بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر متفق ہو گئے۔ اور سب نے کھلے دل سے خلافتِ صدیقی کو تسلیم کیا۔

ہمارے ممدوح مولانا محمد نافع صاحب رحمہ اللہ نے اس نوع کے چند ارشادات و اقدامات مستند مآخذ سے جمع کیے ہیں۔ ان سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح اپنے بعد خلفائے اربعہ خصوصاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلیفۃ المسلمین ہونے کے خواہاں تھے۔ اس قسم کے کچھ اشارات اور ارشاداتِ نبوی پیچھے گزر چکے ہیں۔ ذیل میں حضرت مولانا کے جمع کردہ چند مزید حوالہ جات اور تصریحات ملاحظہ ہوں:

۱. ''عن عائشة قالت قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مرضه ادعی لی ابابکر اباک واخاک حتی اکتب کتابا فانی

اخاف ان یتمنی متمن ویقول قائل انا اولی ویأبی اللہ والمؤمنون الّا ابابکر." (متفق علیہ)[1]

"حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض الوفات میں مجھ سے فرمایا: میرے پاس اپنے باپ ابوبکر اور اپنے بھائی کو بلا لاؤ تاکہ میں ان کے لیے کوئی تحریر لکھ دوں کیوں کہ مجھے اس بات کا خوف ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا (خواہ مخواہ) خلافت کی تمنا کرے گا اور کوئی کہنے والا کہے گا کہ میں خلافت کا زیادہ حق دار ہوں مگر اللہ اور اہل ایمان حضرت ابوبکر کے سوا کسی بھی آدمی کی خلافت کا انکار کر دیں گے۔" (صحیح بخاری و مسلم)

۲۔ ایک حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اتانی جبرئیل فقلت من یھاجر معی قال ابوبکر وھو یلی امر امتک من بعدک وھو افضل امتک من بعدک."[2]

"میرے پاس حضرت جبرئیل امین آئے تو میں نے پوچھا کون آدمی میرے ساتھ ہجرت کرے گا، انہوں نے کہا: ابوبکر اور وہی آپ کے امت کے معاملے (خلافت) کے متولی بنیں گے اور آپ کے بعد وہی آپ کی ساری امت سے افضل ہیں۔"

۳. "عن عائشة ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال مروا ابابکر فلیصل بالناس......الخ"

"حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (مرض الوفات میں) فرمایا: ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔"

---

1. کنز العمال ج ۶ ص ۱۳۸-۱۳۹-۳۱۷
قرۃ العینین ص ۵
2. کنز العمال ج ۶ ص ۱۳۹ بحوالہ اویلمی عن علی

جب کہ ایک دوسری روایت میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

۴. "**قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا ینبغی لقوم فیهم ابوبکرؓ ان یؤمهم غیره.**" (اخرجه الترمذی) ❶

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی قوم کے لیے مناسب نہیں کہ ان میں ابوبکرؓ (جیسا آدمی) موجود ہو اور پھر ان کی امامت ابوبکرؓ کے سوا کوئی دوسرا آدمی کرے۔"

۵. "**عن ابن عمر قال لما اشتد برسول الله صلی الله علیه وسلم وجعه قیل له فی الصلوٰة فقال مروا ابابکر فلیصل بالناس...... الخ**" ❷

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا درد (مرض) شدید ہو گیا (بڑھ گیا) تو اس وقت آپ سے نماز پڑھانے کے بارے میں عرض کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکرؓ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔"

نماز کی امامت کے معاملے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلیفۂ رسول بنائے جانے کی درج بالا احادیث پر تبصرہ کرتے ہوئے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ازاں جملہ حدیث استخلاف ابی بکر الصدیق در امامت صلوٰۃ وقت مرض اخیر واباکردن آنحضرت بتصریح از امامت غیرے ایں قصہ متواتر است وفقہائے صحابہ مثل عمر و علی استدلال کردند بایں استخلاف بر خلیفہ بودن ابی بکر و سائر صحابہ سکوت کردند وتسلیم نمودند پس مسئلہ مجمع علیہ گشت و دلالت ایں قصہ بالنص

---

❶ قرۃ العینین ص۶

❷ قرۃ العینین ص۶

ثابت شد۔"[1]

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الوفات کے وقت نماز کی امامت کے لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے نائب امام بنائے جانے اور ان کے سوا کسی دوسرے صحابی کی امامت سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح انکار کی ان تمام احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ قصہ (واقعہ) متواتر ہے اور فقہاء صحابہ مثلاً حضرت عمر اور حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہما نے نماز میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بنائے جانے سے ان کے سیاسی خلیفہ ہونے پر استدلال کیا ہے اور تمام صحابہ کرام نے اس معاملے میں سکوت کیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کو تسلیم کیا ہے۔ گویا اس مسئلہ پر صحابہ کا اجماع ہو گیا اور یہ قصہ نص سے ثابت ہے۔"

٦. "في الصحيحين عن سهل بن سعد قال كان قتال بين بني عمرو بني عوف فبلغ ذالك رسول الله صلى الله عليه وسلم فاتاهم ليصلح بينهم بعد الظهر فقال لبلال ان حضرت الصلوٰة ولم آتك فمر ابابكر فليصل بالناس......الخ"[2]

"صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت سہل بن سعد سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ (ایک موقعہ پر) بنی عمرو اور بنی عوف کے درمیان تنازع ہوا۔ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کے بعد ان کے پاس تشریف لائے تا کہ ان کے درمیان صلح کرا دیں۔ تو (جاتے وقت) حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اگر نماز کا وقت ہو جائے اور میں (وقت پر) آپ کے پاس نہ پہنچ سکوں تو ابوبکر سے کہہ دینا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھا دے (جماعت کرا دے)۔"

---

1. قرۃ العینین ص ۵
2. ابن تیمیہ، منہاج السنۃ ج ۴ ص ۲۹۷

حضرت ابوبکرؓ صدیق کی امارتِ حج۔ خلافت کی طرف اشارہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جس طرح اپنی زندگی میں نماز جیسے بنیادی رکن اسلام کا امام بنایا اسی طرح انہیں ایک دوسرے رکن اسلام۔حج۔کا امیر بھی مقرر فرمایا، اس سلسلے میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ ''اختیار کردن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صدیق اکبر مرا برائے امارت حج'' کا عنوان قائم کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

۷. ''اخرج الحاکم عن ابن عباس ان رسول الله صلی الله علیه وسلم بعث ابابکرؓ وامره ان ینادی هؤلاء الکلمات (آیات شروع سورة توبه) واخرج البخاری عن ابی هریرة فی مثل معناه، امارت حج یکی از امور عظیمه ست که آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آن را بنا بر نبوت بجامی آوردند مثل امامتِ صلوٰۃ بلکه اول است بر استخلاف از امامت صلوٰۃ زیرانکه امامتِ صلوٰۃ در ہر مسجد بشخصی راجع می گردد و امارت حج در تمام عالم بیکی عائد میشود و امامت صلوٰۃ تقدم است برقوم محصور و امارت حج تقدم بر اقوام غیر محصورین وبحقیقت امارت حج در ملت ما مانند نشستن ست بر تخت یا مانند نزول در کوشک شاہان بزرگ در دولت ساسانیاں وعباسیاں وغیر ایشاں در اشارۃ باستخلاف لیکن صحابہ استدلال نمودند بامامت بجہت قرب عہد او بخلاف امارت حج۔''[1]

''امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (۹ھ میں) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو (امیر حج بنا کر) بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ وہ ان کلمات

[1] ازالۃ الخفاء (فارسی) حصہ اول ص ۳۱۱

(سورۃ توبہ کی ابتدائی آیات) کا اعلان کریں اور امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس مفہوم کی ایک روایت نقل کی ہے۔ (معلوم ہونا چاہیے) حج کی امارت عظیم امور میں سے ایک اہم امر ہے جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہونے کی حیثیت میں نماز کی امامت کی طرح سرانجام دیا کرتے تھے بلکہ حج کی امارت ایک اعتبار سے نماز کی امامت سے مقدم اور فوقیت کی حامل ہے۔ کیوں کہ نماز کی امامت مسجد کی سطح پر ایک شخص کی طرف رجوع کرتی ہے جب کہ حج کی امارت تمام جہان میں ایک آدمی پر عائد ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں نماز کی امامت ایک محدود قوم (جماعت) پر تقدم کا نام ہے اور حج کی امارت متعدد اقوام پر تقدم کا نام ہے۔ درحقیقت ہمارے دین میں حج کی امارت تختِ شاہی پر بیٹھنے کے مترادف ہے یا ساسانیوں اور عباسیوں کے دورِ حکومت میں بڑے شہنشاہوں کے دربار میں نزول کی مانند ہے۔ اس امارت حج میں بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی طرف اشارہ ہے، مگر صحابہ نے امامت نماز سے خلافت صدیقی پر استدلال کیا اس لیے کہ امارت حج کے برعکس امامت نماز کا زمانہ قریب تھا۔"

۸. "روی الحسن البصری عن قیس بن عباد قال قال لی علی بن ابی طالب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرض لیالی و ایاما ینادی بالصلوٰۃ فیقول مروا ابابکر یصلی بالناس فلما قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نظرت فاذا الصلوٰۃ علم الاسلام و قوام الدین فرضینا لدنیانا من رضیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لدیننا فبایعنا ابابکر." (رواہ ابوعمرو فی الاستیعاب والحاکم فی المستدرک نحوہ عن علی والزبیر رضی اللہ عنہما فی قصة

طویلة) ❶

''حضرت حسن بصری رحمہ اللہ قیس بن عباد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کئی راتوں اور دنوں تک بیمار رہے۔ اس دوران جب آنجناب کو نماز کے لیے بلایا جاتا تو آپ فرماتے ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا تو میں نے کہا کہ نماز اسلام کی بنیادی علامت اور دین کی بنیاد ہے تو جس آدمی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دین کے لیے پسند کیا تو کیوں نہ ہم اسے اپنی دنیا کے لیے پسند کرلیں لہٰذا ہم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلی (انہیں اپنا خلیفہ منتخب کرلیا)۔'' اس روایت کو ابوعمرو نے الاستیعاب فی معرفة الاصحاب میں نقل کیا ہے جب کہ امام حاکم رحمہ اللہ نے المستدرک میں حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما سے ایک طویل قصہ میں اس روایت کا ذکر کیا ہے۔

۹. ''عن عبداللہ بن مسعودؓ قال لما قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت الانصار منا امیر وفیکم امیر قال فاتاھم عمر فقال یا معشر الانصار الستم تعلمون ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد امر ابابکر ان یؤم الناس فایکم تطیب نفسه ان یتقدم ابابکر فقالت الانصار نعوذ باللہ ان نتقدم ابابکر.'' (اخرجه الحاکم فی المستدرک و ابوعمرو فی الاستیعاب) ❷

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (معروف فقیہ صحابی) کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو انصار نے (مہاجرین سے) کہا: ایک

---

❶ قرۃ العینین ص ۷

❷ قرۃ العینین ص ۷

امیر ہم (انصار) میں سے اور ایک امیر تم (مہاجرین) میں سے ہوگا۔ اس دوران حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: اے انصار کی جماعت! کیا تمہیں اس بات کا علم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو لوگوں کی نماز میں امامت کا حکم دیا تھا تو تم میں سے کون آدمی ہے جس کا دل چاہتا ہے کہ وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے (خلافت کے معاملے میں) مقدم ہو جائے؟ تو انصار نے (بیک زبان) کہا: ہم اس بات سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں کہ ہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے آگے بڑھیں۔''

۱۰۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وصال سے قبل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جو فضائل بیان فرمائے ان میں یہ بات بھی داخل تھی کہ مسجد نبوی میں داخلہ کے لیے جتنے لوگوں کے گھروں کے دریچے کھلتے ہیں وہ سب بند کر دیے جائیں سوائے حضرت ابوبکر صدیق کے دریچہ کے۔ [1]

اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے محدث و مورخ محبّ الطبری فرماتے ہیں:

"فی قوله سدوا عنی کل خوخة الا خوخة ابی بکر دلیل علی قسم اطماع الناس کلهم من الخلافة الا ابابکر وهذا القول وحده لا ینهض فی ...... وانما بانهضام القرائن الحالیة الیه حصلت وذالک بارتقائه منبر فی حال المرض ومواجهة الناس بذالک وتعریفهم...... وبفضله بذکر الخلة وذالک تنبیه علی انه الخلیفة من بعده وکان هذا القول کالتوصیة لهم به لانه قرب الموت ولذا فهمه الصحابة من القال والحال." [2]

---

[1] بمشکوٰۃ المصابیح باب مناقب ابی بکر الصدیق پہلی متفق علیہ حدیث

[2] ریاض النضرۃ فی عشرۃ المبشرۃ طبع جدید ج ۱ ص ۱۱۲

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کہ ''میری طرف کھلنے والے ہر دریچہ کو بند کر دو سوائے ابوبکرؓ کے دریچے کے'' اس میں حضرت ابوبکرؓ کے سوا تمام لوگوں کے خلافت کے معاملے میں طمع کو ختم کر دینے کی دلیل ہے اور اکیلا یہ ارشاد نبوی ہی اس بات کو ثابت نہیں کرتا بلکہ حالیہ قرائن سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے وہ یوں کہ آپ حالت مرض میں منبر نبوی پر جلوہ افروز ہوتے اور لوگوں کو اس طرف متوجہ فرماتے ہیں پھر ان کے سامنے حضرت ابوبکرؓ کی خُلّت کا ذکر فرما کر ان کی فضیلت کا اعتراف فرماتے ہیں۔ اور یہ امر اس بات پر تنبیہ ہے کہ آپ کے بعد خلیفہ وہی ہوں گے اور یہ ارشاد نبوی گویا صحابہ کے لیے اس چیز کی وصیت کی مانند ہے کیوں کہ آپ اس وقت انتقال کے بالکل قریب تھے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ نے قال اور حال سے اس بات کو سمجھ لیا۔''

خلفائے ثلاثہ کی خلافت کے لیے اشاراتِ نبوی

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے لیے درج بالا اشارات و اقدامات نبوی کے علاوہ بعض روایات میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہونے کا بھی عندیہ ملتا ہے۔ ذیل میں حضرت مولانا کے مہیا کردہ چند اس قسم کے اشاراتِ نبوی ملاحظہ ہوں:

۱۔ ''واخرجه ايضا من حديث ابى هريرة وفيه ان النبى صلى الله عليه وسلم بايع اعرابيا بقلائص الى اجل فقال يارسول الله ان اعجلتک منيتک فمن يقضينى قال ابوبكر قال فان اعجلت بابى بكر منيته فمن يقضينى قال عمر قال وان اعجلت بعمر منيته فمن يقضينى قال عثمان قال فان اعجلت بعثمان منيته فمن

یقضینی قال ان استطعمت ان تموت فمت."[1]

"امام اسماعیلی نے اپنی معجم میں مذکورہ روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی نقل کی ہے جس میں یہ واقعہ یوں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی (بدوی) سے ایک مقررہ مدت تک کے لیے چند اونٹنیاں خریدیں۔ اس نے عرض کیا یارسول اللہ! اگر مقررہ مدت سے پہلے ہی آنجناب کا انتقال ہو جائے تو کون آدمی مجھے ادائیگی کرے گا؟ فرمایا: ابوبکر۔ اس نے کہا: اگر ابوبکر بھی مقررہ مدت سے پہلے انتقال کر جائیں تو کون مجھے ادائیگی کرے گا؟ فرمایا: عمر۔ اس نے پوچھا اگر عمر بھی جلدی وفات پا جائیں تو کون مجھے ادائیگی کرے گا؟ فرمایا: عثمان۔ اس نے کہا اگر عثمان کو بھی وقت سے پہلے موت آ جائے تو پھر کون ادائیگی کرے گا؟ فرمایا: اگر اس وقت تو مرنے کی استطاعت رکھتا ہو تو مر جانا۔"

۲. "عن سهل بن ابی حشمة قال بایع اعرابی النبی صلی الله علیه وسلم فقال علیؓ للاعرابی ایت النبی صلی الله علیه وسلم فسأله ان اتی علیه اجله من یقضیه فاتی الاعرابی النبی صلی الله علیه وسلم فسئله فقال یقضیک ابوبکر فخرج الیٰ علیؓ فاخبره فقال ارجع واسأله ان اتی علیٰ ابی بکر اجله من یقضیه فاتی الاعرابی النبی صلی الله علیه وسلم فسأله فقال یقضیک عمر فخرج الیٰ علی فاخبره فقال ارجع فاسئله من بعد عمر فقال یقضیک عثمان فقال علی للاعرابی ایت النبی صلی الله علیه وسلم فاسئله ان اتی علیٰ عثمان اجله من یقضیه فقال النبی صلی الله علیه وسلم اذا اتی علیٰ ابی بکر اجله وعمر اجله و عثمان اجله فان استطعت ان

[1] ازالۃ الخفاء فارسی حصہ اول ص ۲۹-۳۰

تموت فمت.“ (اخرجه الاسماعیلی فی معجمه)[1]

”حضرت سہل بن ابی حثمہ کہتے ہیں: ایک اعرابی (بدوی) نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی چیز فروخت کی تو حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے اعرابی سے کہا: تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور یہ بات پوچھو کہ اگر آنجناب کا وقت اجل آ جائے اور آپ دنیا سے تشریف لے جائیں تو آپ کے بعد کون آدمی ہے جو ادائیگی کرے گا؟ تو وہ اعرابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور یہ بات پوچھی تو آپ نے فرمایا: ابوبکر تجھے ادائیگی کرے گا۔ اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس بات کی خبر دی تو انہوں نے کہا تم دوبارہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور پوچھو کہ اگر ابوبکر انتقال فرما جائیں تو پھر کون اسے ادا کرے گا؟ تو وہ اعرابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے یہ سوال پوچھا تو آپ نے فرمایا عمر تجھے ادائیگی کرے گا۔ اس نے جا کر حضرت علی کو خبر کی تو انہوں نے چوتھی بار اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ پوچھنے کے لیے بھیجا کہ اگر حضرت عمر بھی اللہ کو پیارے ہو جائیں گے پھر کون آدمی اس کو ادائیگی کرے گا۔ وہ سہ بارہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور یہ بات پوچھی تو آپ نے فرمایا: عثمان تجھے ادائیگی کرے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چوتھی بار اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا تا کہ وہ پوچھے کہ حضرت عثمان کے بعد کون آدمی اسے ادائیگی کرے گا۔ چوتھی بار وہ آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر حضرت ابوبکر، عمر اور عثمان سب کو موت آ جائے تو پھر اگر تمہارے لیے ممکن ہو کہ مر سکو تو مر جانا (کیوں کہ اس وقت موت زندگی سے بہتر ہو گی)۔“ امام اسماعیلی نے اپنی معجم میں اس روایت کی تخریج کی ہے۔

۳. اخرج الحاکم عن سفینة قال لما بنی النبی صلی الله علیه وسلم المسجد وضع حجرا ثم قال لیضع ابوبکر حجرا الٰی جنب

---

[1] ازالۃ الخفاء فارسی حصہ اول ص ۲۹

حجزی ثم قال لیضع عمر الی جنب حجر ابی بکر ثم لیضع عثمان حجرا الی جنب حجر عمر ثم قال ہولاء الخلفاء بعدی. واخرج ابویعلی والحاکم عن عائشة لما اسس رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم مسجد المدینة جاء بحجر فوضعه وجاء ابوبکر بحجر فوضعه وجاء عمر بحجر فوضعه وجاء عثمان بحجر فوضعه وسئل رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم عن ذالک فقال ہم الخلفاء من بعدی."[1]

''امام حاکم نے حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے مروی یہ روایت درج کی ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد (مسجد نبوی) کی تعمیر شروع کی تو اس کا سنگ بنیاد رکھا پھر فرمایا: میرے پتھر (سنگ بنیاد) کے پہلو میں ابوبکر بھی ایک پتھر رکھے پھر فرمایا: ابوبکر کے پتھر (اینٹ) کے پہلو میں عمر بھی ایک پتھر رکھے پھر فرمایا: عمر کے پتھر کے پہلو میں عثمان بھی پتھر رکھے۔ پھر (پیش گوئی کے طور پر) فرمایا: یہ تینوں میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔

اور امام ابویعلیٰ اور حاکم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت یوں نقل کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد مدینہ (مسجد نبوی) کی بنیاد رکھی تو آپ نے ایک پتھر پکڑا اور (سنگ بنیاد کے طور پر) اسے رکھا۔ یہ دیکھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی ایک پتھر لائے اور اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پتھر کے ساتھ رکھ دیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی طرح ایک پتھر لا کر رکھا۔ آخر میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح کیا تو اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: یہ تینوں میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔''

جب کہ قرۃ العینین میں یہی روایت سیدہ عائشہؓ سے اس طرح منقول ہے:

---

[1] ازالۃ الخلفاء حصہ اول ص ۲۸-۲۹

"فقلت یارسول اللہ الا تری الٰی ھؤلاء کیف یسعدونک فقال یاعائشہ ھؤلاء الخلفاء من بعدی." (اخرجہ الحاکم) [1]

جب تینوں حضرات (حضرت ابوبکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم) اپنے اپنے پتھر رکھ چکے تو "میں نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا آپ ان تینوں کی طرف دیکھتے نہیں کہ کس طرح (ہر کام میں) آپ کی مدد کرتے ہیں، تو فرمایا: اے عائشہ یہ تینوں میرے بعد خلیفہ بنیں گے۔" امام حاکم نے اس روایت کو نقل کیا ہے۔

۴. "عن جبیر بن مطعمؓ ان امرء ۃ اتت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکلمتہ فی شیئ فامرھا ان ترجع قالت ارء یت ان جئت فان لم اجدک کانھا تعنی الموت قال ان لم تجدینی فاتی ابابکر." (اخرجہ بخاری و مسلم والترمذی و ابوداؤد و ابن ماجہ) [2]

"حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک خاتون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اس نے کسی چیز (معاملے) کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی۔ آپ نے اسے حکم دیا کہ وہ پھر کسی وقت آئے۔ اس نے عرض کیا: اس بارے میں آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر میں دوبارہ آؤں اور آنجناب کو نہ پاؤں گویا وہ اس بات سے آنجناب کی وفات مراد لے رہی تھی۔ آپ نے فرمایا اگر تو مجھے نہ پائے تو ابوبکر کے پاس چلی جانا۔" (اس روایت کو امام بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے نقل کیا ہے۔)

اس روایت سے ابوعمرو نے الاستیعاب میں حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کا یہ استدلال نقل کیا ہے کہ

---

[1] قرۃ العینین ص ۵؛ کنز العمال ج ۶ ص ۳۲۵ بحوالہ نعیم بن حماد فی الفتن عن عائشۃ؛ ازالۃ الخفاء ج ۱ ص ۳۰

[2] قرۃ العینین ص ۷

"فی هذا الحديث دليل علىٰ ان الخليفة بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم ابوبكر." ❶

"اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفۃ المسلمین ابوبکر رضی اللہ عنہ ہوں گے۔"

۵. عن عبدالرحمٰن بن ابی بکرة عن ابیه قال جاء رجل الی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال له الی من ادی صدقة مالي قال الی قال فان لم اجدک قال الی ابی بکر قال فان لم اجده قال الی عمر قال ان لم اجده قال الی عثمان ثم ولی منصرفا فقال النبی صلی الله علیه وسلم هؤلاء کالخلفاء من بعدی." ❷

"حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرۃ اپنے باپ (ابوبکرۃ) سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے پوچھا: میں اپنے مال کا صدقہ (زکوٰۃ) کسے ادا کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے ادا کرنا ہوگا۔ اس نے پوچھا: اگر میں آپ کو نہ پاؤں تو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر کو ادا کیجیے۔ اس نے پوچھا: اگر میں انہیں بھی نہ پاؤں تو کس کو؟ فرمایا عمر کو۔ اس نے پوچھا اگر میں عمر کو بھی نہ پاؤں تو کسے دوں؟ فرمایا: عثمان کو۔ اس کے بعد وہ چلا گیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تینوں آدمی میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔"

۶. عن ابی هریرة ان النبی صلی الله علیه وسلم استسلف من یهودی شیئا الی حول فقال ارأیت ان جئت ولم اجدک فالیٰ من اذهب قال الیٰ ابی بکر قال فان لم اجده قال الیٰ عمر قال فان لم اجده قال ان استطعت ان تموت اذا مات عمر فمت." (ذکره المحب

---

❶ قرۃ العینین ص ۷

❷ اخبار اصفہان لابی نعیم اصفہانی ج ۲ ص ۲۲۷ طبع یورپ

الطبری فی الریاض عنؒ القلعی)❶

’’حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے سال کی مدت تک کوئی چیز ادھار لی۔ تو اس نے پوچھا: اس سلسلے میں آپ کا کیا خیال ہے کہ سال کے بعد اگر میں آؤں اور آپ کو نہ پاؤں (آپ دنیا سے تشریف لے جا چکے ہوں) تو میں وصولی کے لیے کس کے پاس جاؤں گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر کے پاس چلے جانا۔ اس نے پوچھا: اگر میں انہیں بھی نہ پاؤں تو کس کے پاس؟ فرمایا عمر کے پاس۔ اس نے سہ بارہ پوچھا: اگر عمر کو بھی نہ پاؤں تو کس کے پاس؟ فرمایا: جب عمر وفات پا جائیں تو اس وقت اگر تمہارے لیے مرنا ممکن ہو تو مر جانا۔‘‘

۷. ’’عن عبیداللہ بن ابی یزید قال سمعت عبداللہ بن عباس اذا سئل عن شیئ ھو فی کتاب اللہ قال بہ واذا لم یکن فی کتاب اللہ وقالہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال بہ وان لم یکن فی کتاب اللہ ولم یقلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقالہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنھما قال بہ والا اجتھد رأیہ.‘‘❷

’’عبیداللہ بن ابی یزید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ’’جب ان سے کسی ایسی چیز کے بارے میں سوال کیا (فتویٰ پوچھا) جاتا ہے جس کا ذکر کتاب اللہ میں موجود ہو تو وہ اس کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں اور جب وہ کتاب اللہ (قرآن مجید) میں موجود نہ ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں کچھ فرمایا ہو تو اس کے مطابق جواب دیتے ہیں اور اگر اس چیز کا ذکر نہ کتاب اللہ میں ہو اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

❶ ازالۃ الخفاء (فارسی) حصہ اول ص ۳۰

❷ السنن الکبری للبیھقی ج ۱۰ ص ۱۱۵۔
شرح السنۃ للبغوی ج ۱ ص ۲۰۸

وسلم سے اس کے بارے میں کچھ منقول ہو مگر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے اس کے بارے میں کچھ کہا ہو تو اس کے مطابق فتویٰ دیتے ہوں ورنہ سب سے آخر میں اپنی رائے سے اجتہاد کرتے ہوں۔''

۸. ''عن انس بن مالکؓ قال بعثنی بنوالمصطلق الی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقالوا سل لنا رسول الله صلی الله علیه وسلم الیٰ من ندفع صدقتنا بعدک قال فاتیته فسألته فقال الیٰ ابی بکر فاتیتهم واخبرتهم قالوا ارجع الیه فاسئله فان حدث بابی بکر حدث فالیٰ من؟ فاتیته فاخبرته فقال الیٰ عمر فاتیتهم فاخبرتهم فقالوا ارجع الیه فاسئله فان حدث بعمر حدث فالیٰ من؟ فاتیته فسألته فقال الیٰ عثمان فاتیتهم فاخبرتهم فقالوا ارجع الیه فاسئله فان حدث بعثمان حدث فالیٰ من؟ فاتیته فسألته فقال ان حدث بعثمان حدث فتبا لکم الدهر فتبا.'' (اخرجه الحاکم) [1]

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ (اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہوئے) کہتے ہیں: قبیلہ بنو المصطلق نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا اور کہا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمارے لیے دریافت کرو کہ ہم آنجناب کے بعد اپنے صدقات کس کو سپرد کریں گے؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں تو میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور آپ سے (مذکورہ سوال) پوچھا تو آپ نے فرمایا: ابوبکر کو (وہ اپنے صدقات دیں گے) چنانچہ میں ان کے پاس واپس آیا اور انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب سے آگاہ کیا۔ انہوں نے دوبارہ کہا تم پھر ان کے پاس جاؤ اور آپ

[1] قرۃ العینین ص ۵؛ ازالۃ الخفاء فارسی حصہ اول ص ۲۹؛ کنز العمال ج ۶ ص ۴۲۵ بحوالہ ابن عساکر بتغیر قلیل

سے پوچھو کہ اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آ جائے (انتقال فرما جائیں) تو پھر ہم اپنے صدقات کسے دیں گے؟ تو میں دوبارہ آپ کے پاس آیا اور آپ کو ان کے سوال سے باخبر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمر کو۔ میں ان کے پاس آیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب سے آگاہ کیا۔ انہوں نے پھر (تیسری مرتبہ) مجھے کہا: آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائیں اور یہ پوچھیں کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی کوئی حادثہ پیش آ جائے تو ہم صدقات کسے دیں؟ چنانچہ میں سہ بارہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور ان کا سوال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھا۔ فرمایا: عثمان (بن عفان) کو۔ میں نے واپس آ کر انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب سے مطلع کیا تو انہوں نے مجھے چوتھی بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ معلوم کرنے کے لیے بھیجا کہ اگر حضرت عثمان کو بھی کوئی حادثہ پیش آ جائے تو پھر ہم صدقات کسے دیں گے؟ تو میں چوتھی بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے (زیر بحث) سوال پوچھا تو آپ نے فرمایا اگر عثمان کو بھی کوئی حادثہ پیش آ جاتا ہے تو اس وقت تمہارے لیے تباہی کے سوا کچھ نہیں۔"

خلفائے اربعہ کی ترتیب فضیلت

آخر میں اس بات کی وضاحت وصراحت بھی بے جا نہ ہوگی کہ تاریخی اور امر واقعہ کے اعتبار سے جس طرح خلفائے راشدین کی خلافت کی ترتیب ہے۔ اسی طرح علمائے اہل سنت کے نزدیک ان کی فضیلت کی بھی ترتیب ہے۔ یعنی مجموعی طور (بعض انفرادی خصوصیات و مناقب کو چھوڑ کر) شرعی اعتبار سے اور اپنی خدمات کے لحاظ سے فضیلت اور مقام و مرتبہ میں پہلے نمبر پر حضرت ابوبکر، دوسرے نمبر پر حضرت عمر، تیسرے نمبر پر حضرت عثمان اور چوتھے نمبر پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم ہیں۔ چنانچہ مشہور حنفی محدث حضرت یحیٰ بن معین فرماتے ہیں:

"خیر هذه الامة بعد نبيها ابوبكر ثم عمر ثم عثمان ثم علی هذا قولنا وهذا مذهبنا." ❶

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت میں سب سے افضل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ پھر (ان کے بعد) حضرت عمر رضی اللہ عنہ، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ۔ یہ ہماری رائے اور یہی ہمارا (حنفی) مذہب ہے۔"

یہی بات ایک دوسری جگہ حضرت یحییٰ بن معین سے یوں منقول ہے:

"قلت ليحی من قال ابوبكر و عمر و عثمان؟ فقال هو مصيب ومن قال ابوبكر و عمر و عثمان و علی فهو مصيب ومن قال ابوبكر و عمر و علی وعثمان فهو شيعی ومن قال ابوبكر وعمر و عثمان وسكت فهو مصيب قال يحی وانا اقول ابوبكر و عمر و عثمان و علی هذا مذهبنا و قولنا." ❷

"راوی کہتے ہیں میں نے حضرت یحییٰ بن معین (حنفی) سے پوچھا: جو آدمی فضیلت و مرتبت میں پہلے نمبر پر حضرت ابوبکر دوسرے پر حضرت عمر اور تیسرے نمبر حضرت عثمان کو رکھے تو اس کا یہ عقیدہ کیسا ہے؟ فرمایا: اس کا یہ عقیدہ صحیح ہے۔ اور جو آدمی مذکورہ تینوں صحابہ کے بعد چوتھے نمبر پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سمجھے تو وہ بھی صحیح ہے اور جو آدمی ابوبکر وعمر (شیخین) کے بعد حضرت علی اور چوتھے نمبر پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سمجھے تو وہ شیعہ (شیعی نظریات وعقائد کا حامل) ہے اور جو حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے بعد کسی کا نام نہ لے بلکہ خاموشی اختیار کرے تو وہ بھی صحیح ہے۔ اس کے بعد حضرت یحییٰ نے کہا: میں خود بھی یہی کہتا ہوں کہ پہلے نمبر پر

---

❶ التاریخ لیحیٰ بن معین ج ۳ ص ۳۳۵ روایت نمبر ۱۶۲۰

❷ التاریخ لیحی بن معین ج ۳ ص ۴۶۵ روایت نمبر ۲۲۸۵

حضرت ابوبکر، دوسرے نمبر پر حضرت عمر، تیسرے نمبر پر حضرت عثمان اور چوتھے نمبر پر حضرت علی المرتضٰی ہیں۔ یہی ہمارا (احناف کا) مذہب ہے اور یہی ہماری رائے ہے۔"

درج بالا تصریحات سے معلوم ہوا کہ عوامی نعرہ "دمادم مست قلندر، علی دا پہلا نمبر" محض اہل تشیع اور ملنگوں کا نعرہ ہے جس کا حقائق سے کوئی تعلق نہیں۔

مشاجراتِ صحابہ کرامؓ اور ان کا حکم

یہ بات چنداں محتاجِ دلائل نہیں کہ مختلف انسانوں کے مزاج، طبائع، عادات، رجحانات، پسند ناپسند، فکروسوچ اور فہم و بصیرت میں تفاوت کا پایا جانا ایک قدرتی بلکہ تکوینی امر ہے۔ اسی طرح درپیش معروضی حالات، حاجات، مفادات اور زمانی و مکانی تقاضوں کے پیش نظر نقطۂ نظر کا باہمی اختلاف بھی ایک عام مشاہدہ اور مسلمہ حقیقت ہے۔ انسانی طبائع اور نقطۂ نظر کے اس قدرتی اختلاف کے باعث لوگوں کے درمیان اختلافات اور لڑائی جھگڑوں حتی کہ خون ریزی اور دست و گریبان ہونے کی نوبت ہر زمانے اور ہر علاقے میں پیش آتی رہی ہے جس پر انسانی تاریخ گواہ ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی ارشادِ نبوی ''خیر القرون قرنی'' (سارے زمانوں میں سب سے بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے، یعنی میرے زمانہ کے لوگ ہیں) کا مصداق ہونے کے باوجود آخر انسان تھے اور انبیاء علیہم السلام کی طرح معصوم نہ تھے۔ لہٰذا انسان ہونے کے ناطے ان کے درمیان بھی متعدد دینی، معاشرتی اور سیاسی مسائل میں اختلاف پیدا ہوا یہاں تک کہ ایک دوسرے کے خلاف باقاعدہ جنگ، صف آرائی اور خون ریزی تک کی نوبت آئی۔ تاہم واقعات کی روشنی میں یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ ان کے درمیان یہ اختلافات اور لڑائی جھگڑے ذاتی، سیاسی اور مالی مفادات کی بنیاد پر نہ تھے بلکہ اس میں بھی ان کے پیش نظر محض اخلاص اور دین تھا۔ چنانچہ برصغیر کے مشہور قومی شاعر مولانا الطاف حسین حالی فرماتے ہیں:

اگر اختلاف ان میں باہم دگر تھا
تو بالکل مدار اس کا اخلاص پر تھا

جھگڑتے تھے لیکن نہ جھگڑوں میں شر تھا
خلاف آشتی سے خوش آئندہ تر تھا

ان اختلافات اور نزاعات میں اخلاص کی ایک دلیل یہ واقعہ بھی ہے کہ جب شاہ روم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرت علی المرتضٰی کے ساتھ مصروف پیکار پایا تو وہ عظیم فوجوں کے ساتھ ملک کی بعض سرحدوں کے قریب آ گیا اور ان میں دلچسپی لینے لگا تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ نے اسے درج ذیل دھمکی آمیز خط لکھا:

"خدا کی قسم اگر تو باز نہ آیا اور اے لعین تو اپنے ملک واپس نہ گیا تو پھر میں اور میرا عم زاد (حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ) تیرے برخلاف مصالحت کر لیں گے اور میں تجھے تیرے ملک سے باہر نکال دوں گا۔ اور زمین کو باوجود فراخی کے تجھ پر تنگ کر دوں گا۔"

اس موقعہ پر شاہ روم خوف زدہ ہو کر واپس چلا گیا اور مصالحت کا طلب گار بن کر پیغام بھیجا۔ ❶

علاوہ ازیں ایک اور انتہائی قابل توجہ اور لائق غور بات یہ ہے کہ صحابہ کرام کو قرآن مجید میں متعدد بار "رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ" کی بشارت دی گئی ہے۔ صحابہ کرام کے لیے یہ لقب الٰہی اب امت کا تکیہ کلام بن چکا ہے اور کسی صحابی کا نام "رضی اللہ عنہ" کے بغیر ایک مسلمان کی زبان پر جاری نہیں ہوتا۔

ظاہر ہے اللہ کریم صحابہ کرام کے صرف ظاہر کو دیکھ کر راضی نہیں ہوا نہ صرف ان کے موجودہ کارناموں اور خدمات اسلام کو دیکھ کر بلکہ ان کے ظاہر و باطن اور حال و مستقبل کو دیکھ کر ان سے راضی ہوا ہے۔ گویا یہ چیز اس بات کی ضمانت ہے کہ آخر دم تک ان سے رضائے الٰہی کے خلاف کچھ صادر نہ ہوگا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جس سے خدا راضی ہو جائے اس سے بندوں کو بھی راضی ہو جانا چاہیے۔ کسی اور کے بارے میں تو ظن و تخمین سے ہی کہا جا سکتا ہے کہ خدا اس سے راضی ہے یا نہیں، مگر صحابہ کرام کے

❶ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (اردو ترجمہ) ج ۸ ص ۹۵۰ (تحت سنہ ۶۰ ھ)

بارے میں نص قطعی موجود ہے۔ اس کے باوجود اگر کوئی آدمی ان سے راضی نہیں ہوتا تو گویا اسے اللہ کریم سے اختلاف ہے۔

الغرض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان اختلافات اور نزاعات کو عام اصطلاح میں ''مشاجرات صحابہ'' کہا جاتا ہے۔ قرآن و حدیث کی قطعی نصوص کی روشنی میں صحابہ کرام کے خصوصی فضائل ومناقب، انتہائی بلند مرتبہ ومقام، دین اسلام کے لیے حد درجہ ایثار و قربانی، قومی وملی خدمات اور براہِ راست تعلیم وتربیت وتزکیہ نبوی اور صحبت نبوی کی برکت سے مثالی ایمان اور مکارم اخلاق سے مزین ہونے اور رذائل اخلاق سے کوسوں دور ہونے کے مدنظر ان مشاجرات کے معاملے میں ایک عام مسلمان کا نقطۂ نظر اور سوچ کیا ہونی چاہیے؟ اس سلسلے میں ہمارے سلف صالحین، ائمہ دین، کبار محدثین اور علمائے اسلام کا موقف کیا رہا ہے؟

ہمارے ممدوح حضرت مولانا محمد نافع صاحب رحمہ اللہ نے اس قسم کی تصریحات مستند مآخذ سے جمع کی ہیں۔ راقم الحروف نے آئندہ سطور میں ان تصریحات کو مناسب ترتیب دینے اور عربی عبارات کو اردو زبان میں تعبیر کر کے عام فہم بنانے کی کوشش کی ہے۔

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جنتی ہونا

عہد نبوی کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان رونما ہونے والے اختلافات ونزاعات، جھگڑے اور لڑائیاں ظاہر ہے اللہ تعالیٰ کے ازلی وابدی اور زمانوں کی قید سے ماوراعلم سے پوشیدہ نہیں تھے۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں "رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ" فرما کر ہمیشہ کے لیے انہیں اپنی خوش نودی اور رضامندی کا سرٹیفکیٹ عنایت فرما دیا۔ علاوہ ازیں سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کی بشری خطاؤں سے درگزر کرتے ہوئے جنتی قرار دیا۔ اس سلسلے میں حضرت مولانا موصوف نامور ظاہری عالم علامہ ابن حزم کی یہ تحقیق نقل فرماتے ہیں:

"وقال ابن حزم الصحابة كلهم من اهل الجنة قطعا قال تعالى "لا يستوى منكم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولئک اعظم درجة من الذين انفقوا من بعد وقاتلوا وكلا وعد الله الحسنى" وقال تعالى "ان الذين سبقت لهم منا الحسنىٰ اولئک عنها مبعدون" فثبت ان جميعهم من اهل الجنة."[1]

"اور ابن حزم فرماتے ہیں صحابہ کرام تمام کے تمام قطعی طور پر اہل جنت میں سے ہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "نہیں برابر ہو سکتے تم میں سے وہ لوگ جنہوں نے فتح (فتح مکہ) سے پہلے اللہ کے راستے میں خرچ کیا اور جنگ کی۔ وہ لوگ مرتبہ میں ان لوگوں سے بڑھ کر ہیں جنہوں نے فتح مکہ

[1] عقيدة السفاريني، شيخ محمد بن احمد الاثرى الحنبلى ج ۲ ص ۳۷۲ بحث النهى عن الخوض فى التخاصم بين الصحابة، طبع اول مصری ۱۳۲۳ھ

کے بعد اللہ کے راستے میں خرچ کیا اور جہاد کیا اور اللہ نے سب سے الحسنیٰ (جنت) کا وعدہ کیا ہے۔" اور (ایک دوسری جگہ) ارشادِ الٰہی ہے: "بے شک وہ لوگ جن کے لیے ہماری طرف سے پہلے ہی جنت لکھ دی گئی وہ لوگ اس (دوزخ) سے دور رکھے جائیں گے" پس (ان آیاتِ قرآنی سے) ثابت ہوا کہ وہ (صحابہ) سب کے سب اہل جنت میں سے ہیں۔"

مولانا موصوف ابن حزم کی اس تحقیق کی تائید میں لکھتے ہیں:

"یہی تحقیق ابن حزم کی ابن حجر نے الاصابہ کے مقدمہ ج ا ص ۱۹ میں نقل کی ہے اور مزید الفاظ یہ نقل کیے ہیں: "......وانه لا يدخل احد منهم النار لانهم المخاطبون بالآية السابقة." (اور یہ کہ ان میں سے کوئی ایک صحابی بھی جہنم کی آگ میں داخل نہ ہوگا کیوں کہ وہ سابقہ آیت کے (اولین اور براہ راست) مخاطب ہیں۔)"[1]

حضرت مولانا مذکورہ تحقیق کی تائید میں ایک اور حوالہ کا اضافہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ابن حزم کی اس تحقیق کو جیسے سفارینی نے نقل کیا ہے اسی طرح فتح المغیث شرح الفیہ العراقی ج ۳ ص ۱۰۳ تحت معرفۃ الصحابہ میں نقل کیا ہے۔ طبع جدید مدینہ منورہ"

زیر بحث مسئلہ کی مزید توثیق و تائید میں حضرت مولانا لکھتے ہیں کہ درج بالا آیات کے علاوہ قرآن مجید کی درج ذیل تین آیات جن میں "الحسنیٰ" کا لفظ آیا ہے، صاحب مدارک، جلالین اور روح المعانی نے الحسنیٰ کا معنیٰ جنت کیا ہے۔

۱. ﴿لا يستوى القٰعدون ...... وكلا وعد الله الحسنىٰ......الخ﴾ (سورۃ النساء۴:۹۵)

۲. ﴿للذين احسنوا الحسنىٰ وزيادة.﴾ (سورۃ یونس۱۰:۲۶)

---

[1] مقدمہ الاصابہ جلد اول ص ۱۹

۳. ﴿للذين استجابوا لربهم الحسنٰى.﴾ (سورۃ الرعد۱۳:۱۸)

حضرت علی المرتضٰی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کا نماز میں ایک دوسرے کے خلاف بدعا کرنے کا مسئلہ

بعض تاریخی روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایک دوسرے کے خلاف نماز میں بددعا کرتے تھے۔ اتنے جلیل القدر صحابہ سے اس طرح کا طرزِ عمل ایک عام مسلمان کے لیے یقیناً پریشانی کا باعث ہے۔ حضرت مولانا ''ایک اشتباہ کا دفاع'' کا عنوان قائم کرتے ہوئے اس پریشانی کا جواب دیتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

ایک اشتباہ کا دفاع

بعض حلقوں کی طرف سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اعتراض قائم کیا جاتا ہے کہ:

بعض روایات میں وارد ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے دور میں نماز کی حالت میں ایک دوسرے کے خلاف بد دعا کرتے اور برا بھلا کہتے تھے۔ گویا کہ یہ چیز ان کی باہم عداوت وعناد پر دلالت کرتی ہے۔

تو اس سلسلہ میں چند معروضات پیش کی جاتی ہیں۔ ان پر انصاف کے ساتھ نظر کرنے سے معترضین کا اعتراض مرتفع ہو جاتا ہے۔

قابل اشتباہ یہ روایت ہے کہ:

''......ان علياً رضی الله عنه قنت يدعو على معاوية رضی الله عنه حين حاربه. فاخذ اهل كوفة عنه. وقنت معاوية رضی الله عنه يدعو على علي رضی الله عنه. فاخذ اهل الشام عنه.''

عندالعلماء روایت ہذا کی تشریح اس طرح بیان کی جاتی ہے کہ وقتی طور پر یہ دعا ہے جو ایک دوسرے کے خلاف کی گئی ہے لیکن یہ لعن طعن اور سب وشتم نہیں۔

ہر ایک بزرگ اپنے آپ کو مصیب کہتا ہے اور دوسرے کو مخطی سمجھتا ہے۔ اس بنا پر یہ صورت حال پیدا ہوئی۔ دیگر یہ بات ہے کہ ان حضرات نے ایک دوسرے کے خلاف جہاد بالسیف کو جائز قرار دیا اور یہ بہت شدید امر ہے۔ چنانچہ جب جہاد بالسیف جائز ہے تو مخالفانہ دعا کرنا بہت خفیف چیز ہے۔

نیز درایت کے اعتبار سے یہاں قابل غور یہ چیز ہے کہ بالعموم معاشرہ میں یہ معمول جاری ہے اور انسانی زندگی میں اسے ہر دور میں درست تسلیم کیا گیا ہے کہ ہر شخص کی اپنے انداز فکر وفہم کے اعتبار سے ایک رائے ہوتی ہے مثلاً:

- اطبا ایک مریض کے متعلق مختلف رائے قائم کرتے ہیں۔
- ڈاکٹر مریض کی مرض کے حق میں بعض دفعہ مختلف رائے رکھتے ہیں۔
- اسی طرح وکلاء ایڈووکیٹ اور بیرسٹر ایک مقدمہ میں اپنی اپنی تحقیق اور ریسرچ کے مطابق ایک دوسرے کے خلاف رائے کا اظہار کرتے ہیں۔

نیز اسی طرح گذشتہ تاریخی واقعات کے متعلق مورخین کی بھی جداگانہ رائے پائی جاتی ہے۔ تو اس معاشرتی صورت حالات کو برا نہیں تسلیم کیا جاتا بلکہ اس کو درست سمجھا جاتا ہے۔ اور معاشرہ کا لازمہ قرار دیا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسانی معاشرتی زندگی میں اس کے بغیر چارہ کار نہیں اور اہل عقل کے نزدیک ایک فطری مسئلہ ہے کوئی قبیح امر نہین ہے۔

بہرکیف دونوں بزرگوں کے درمیان ایک اجتہادی رائے تھی جو صواب و خطا کا احتمال رکھتی ہے۔ اور وقتی طور پر اس دور میں یہ اختلافی صورت پیش آئی۔ لیکن محاربت کے دور کے بعد اس اختلاف کو ختم کر دیا گیا۔ پھر اس مسئلہ میں مہادنت و مصالحت کر لی گئی اور مناقشات رفع کر دیے گئے اور یہ صلح سنہ ۴۰ھ میں ہوئی۔ اس کی تفصیل بندہ نے اپنی تالیف ''مسئلہ اقربا نوازی'' میں درج کر دی ہے اور ساتھ ہی تاریخی حوالہ جات تحریر کر دیے ہیں۔

شرعی تاویل کی بنا پر کسی کو کافر قرار دینے کا حکم

اگر کوئی آدمی کسی مسلمان کو کسی شرعی تاویل کی بنیاد پر کافر قرار دیتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اس چیز کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ان الرجل قد یکفر اخاہ بالتاویل ولا یکون واحدا منھما کافراً ...... فاذا ثبت ان شخصاً من الصحابة اما عائشة واما عمار بن یاسر و اما غیرھما کفر آخر من الصحابة عثمان او غیرہ او اباح قتله غلی وجه التاویل کان ھذا من باب التاویل المذکور ولم یقدح ذالک فی ایمان واحد مھما ولا فی کونه من اھل الجنة."[1]

"ایک آدمی بعض اوقات کسی شرعی تاویل کی بنا پر اپنے مسلمان بھائی کو کافر قرار دیتا ہے حالانکہ ان میں سے کوئی ایک بھی (اللہ کے ہاں) کافر نہیں ہوتا......تو جب یہ بات ثابت ہو جائے کہ صحابہ کرام میں سے کسی ایک آدمی مثلاً سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا یا حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ یا ان کے سوا کسی دوسرے صحابی مثلاً حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وغیرہ کو کافر قرار دیا یا تاویل کی بنیاد پر اس کے قتل کو مباح قرار دیا تو یہ چیز مذکورہ تاویل کے باب میں سے ہے جو نہ تو ان میں سے کسی کے ایمان کو عیب دار ٹھہراتی ہے اور نہ اس کے اہل جنت میں سے ہونے میں مانع ہے۔"

مشاجراتِ صحابہ کرامؓ کے بارے ائمہ دین کے اقوال

مشاجراتِ صحابہ کرامؓ کے معاملے میں ائمہ دین کا نقطۂ نظر اور موقف کیا رہا ہے۔ اس کی تفصیل کے لیے حضرت مولانا موصوف نے درج ذیل کبار ائمہ کرام اور علمائے

---

[1] منہاج السنۃ لابن تیمیہ، ج ۲ ص ۱۸۹

کرام کے اقوال اور ان کی رائے نقل کی ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا موقف

"......مسھر بن عبدالملک بن سلع قال سمعت ابا حنیفة رحمه الله یقول لولا ماسار به علی رضی الله عنه فی قتال اهل القبلة ما علم احد کیف المسیر فیهم."❶

"مسہر بن عبدالملک بن سلع کہتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو یہ کہتے سنا کہ اہل قبلہ کے ساتھ جنگ کے معاملے میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جس طریقے پر چلے اگر یہ چیز نہ ہوتی تو کوئی آدمی نہ جانتا کہ ان کے معاملے میں کیا کیا جانا چاہیے۔"

اسی طرح امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے معروف تذکرہ نگار موفق لکھتے ہیں:

"......قال ابوحنیفة رحمه الله وسئل عن یوم الجمل فقال سار علیؓ فیه بالعدل وهو علم المسلمین السنة فی قتال اهل البغی."❷

"اسی طرح امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے جب جنگ جمل کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اس میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عدل سے کام لیا اور وہ مسلمان باغیوں کے ساتھ جنگ میں مسلمانوں کے لیے سنت ہے۔"

امام احمد رحمہ اللہ کا قول

"...... (العباس بن عبدالعظیم العنبری) وسمعت احمد رحمه الله فی ذالک المجلس یقول لا ننظر بین اصحاب محمد صلی الله

---

❶ فضائل ابی حنیفہ رحمہ اللہ لابن ابی العوام ص ۷۸، روایت نمبر ۳۲۷ طبع مکہ مکرمہ

❷ المناقب لامام اعظم رحمہ اللہ للموفق بن احمد ج ۲ ص ۸۳، باب الرابع والعشرون فی ذکر الفاظ جرت علی لسانہ۔ طبع دکن

علیہ وسلم فیما شجر بینهم ونکل امرهم الی الله والحجة فی ذالک حدیث حاطب.''❶

''عباس بن عبدالعظیم العنبری کہتے ہیں کہ میں نے اس مجلس میں امام احمد (بن حنبل) رحمہ اللہ کو یہ فرماتے سنا کہ اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جو اختلافات رونما ہوئے ہم اس میں بحث مباحثہ نہیں کرتے بلکہ ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں اور اس معاملے میں ہماری حجت حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کی حدیث (واقعہ) ہے۔''

''......ابراهیم بن سعید الجوهری قال سألت ابا اسامة ایما کان افضل معاویة رضی الله عنه او عمرو بن عبدالعزیز رحمه الله؟ فقال لا نعدل باصحاب محمد صلی الله علیه وسلم احداً.''❷

''ابراہیم بن سعید الجوہری کا کہنا ہے کہ میں نے ابواسامہ سے پوچھا: حضرت امیر معاویہ افضل تھے یا حضرت عمر بن عبدالعزیز؟ تو انہوں نے جواب دیا: ہم کسی بڑے سے بڑے آدمی کو بھی اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر قرار نہیں دیتے۔''

قول امام الاوزاعی رحمہ اللہ

''قال حدثنا بقیة بن الولید. قال قال لی الاوزاعی یا بقیة!! العلم ماجاء عن اصحاب محمد صلی الله علیه وسلم ومالم یجئ عن اصحاب محمد صلی الله علیه وسلم فلیس بعلم. یا بقیة! لا تذکر احداً من اصحاب محمد نبیک صلی الله علیه وسلم الا بخیر ولا احداً من امتک. واذا سمعت احداً یقع فی غیره فاعلم انه انما

❶ جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبدالبر ج ۲ ص ۱۰۷

❷ جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبدالبر ج ۲ ص ۱۸۵

يقول انا خير منه."❶

''حضرت بقیہ بن الولید کہتے ہیں کہ امام اوزاعی رحمہ اللہ نے مجھ سے فرمایا: اے بقیہ! اصل اور صحیح علم وہ ہے جو اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے آئے اور جو اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے نہ آئے (بلکہ کسی اور کے ہاں سے آئے) وہ حقیقی اور صحیح علم نہیں۔ اے بقیہ! اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں سے کسی کا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی امتی کا جب بھی ذکر کرو تو ہمیشہ خیر سے کرو اور جب تم کسی کو سنو کہ وہ اپنے ماسوا کسی دوسرے کی برائی بیان کر رہا ہے تو گویا وہ کہہ رہا ہے کہ میں اس سے بہتر ہوں۔''

امام ابوزرعہ کا قول

ابوزرعہ رحمہ اللہ امام مسلم کے شیوخ میں سے ہیں وہ فرماتے ہیں:

"اذ رأيت الرجل يتنقص احداً من اصحاب الرسول الله صلى الله عليه وسلم فاعلم انه زنديق وذالک ان الرسول الله صلى الله عليه وسلم حق والقرآن حق وانما ادى الينا هذا القرآن والسنن اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم وانما يريدون ان يجرحوا شهودنا ليبطلوا الكتاب والسنة والجرح بهم اولى وهم زنادقة."❷

''جب تم کسی آدمی کو دیکھو کہ وہ اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی کی مذمت (برائی بیان) کر رہا ہے تو جان لو کہ وہ زندیق (بے دین) ہے۔ اور یہ بات اس لیے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برحق ہیں اور قرآن بھی برحق ہے۔ اور یہ قرآن اور سنن نبوی ہمارے تک اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی

---

❶ جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبدالبرج ۲ ص ۲۹

❷ كتاب الكفاية فی علم الرواية للخطيب بغدادی ص ۴۹ طبع دکن

الاصابہ لابن حجر عسقلانی جلد اول خطبۃ الکتاب (الفاظ کے اندر اختلاف کے ساتھ)

نے پہنچائی ہیں اور یہ زندیق لوگ چاہتے ہیں کہ ہمارے (دین کے عینی) گواہوں کو مجروح کر دیں تاکہ وہ کتاب وسنت کو باطل قرار دے سکیں تو (صحابہ کرام پر جرح کی بجائے) ان پر جرح (تنقید) کرنا زیادہ اولیٰ ہے جب کہ وہ زندیق ہیں۔"

امام ابوزرعہ رحمہ اللہ کا درج بالا قول فتح المغیث شرح الفیہ ج ۳ ص ۱۰۱ طبع مدینہ منورہ میں بھی منقول ہے۔

امام ابوراشد کا قول

"عن ابی راشد قال جاء رجال من اهل البصرة يسئلونی عن علی و عثمان فقال ما اقدمكم شيئ غيرهنا؟ قالوا نعم قال تلك امة قدخلت لها ماكسبت ولكم ما كسبتم ولا تسئلون عما كانوا يعملون." (رواه الطبرانی و رجاله ثقات) [1]

"امام ابی راشد کہتے ہیں کہ بصرہ کے کچھ لوگ ان کے پاس آئے اور انہوں نے حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے متعلق بعض سوالات پوچھے تو انہوں نے کہا کیا تم صرف یہی سوالات پوچھنے کے لیے آئے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں۔ تو انہوں نے (سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۳۴ کا حوالہ دیتے ہوئے) کہا: وہ ایک جماعت تھی جو گزر چکی۔ انہیں فائدہ دے گا جو (نیک عمل) انہوں نے کمایا اور تمہیں نفع دیں گے جو (نیک اعمال) تم نے کمائے اور نہ پوچھے جاؤ گے تم اس سے جو وہ کیا کرتے تھے۔"

امام ابن دقیق العید کا قول

مشاجراتِ صحابہ کرامؓ کے بارے میں معروف محدث امام ابن دقیق اپنا نقطۂ نظر یا اصول بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

---

[1] مجمع الزوائد للهیثمی ج ۷ ص ۲۲۳

"قال ابن دقیق العید فی عقیدته وما نقل فیما شجر بینهم واختلفوا فیه فمنه ماهو باطل وکذب فلا یلتفت الیه وما کان صحیحا اولناه تاویلاً حسنا لان الثناء علیهم من الله سابق وما نقل من الکلام الا حق محتمل للتاویل والمشکوک والموهوم لا یبطل المحقق والمعلوم هذا."[1]

"امام ابن دقیق العید اپنی کتاب عقیدہ میں فرماتے ہیں: صحابہ کرام کے درمیان باہمی نزاعات اور اختلافات کے حوالے سے تاریخوں میں جو کچھ منقول ہے تو اس میں سے جو باطل اور جھوٹ پر مبنی بات ہے وہ تو لائق توجہ ہی نہیں اور جو بات صحیح ہوگی ہم اس کی اچھی تاویل کریں گے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلے ہی ان کی ثناء (قرآن مجید میں) موجود ہے اور صحابہ کرام کے مشاجرات کے بارے میں جو باتیں بعد میں منقول ہوئی ہیں، ان میں تاویل کا احتمال پایا جاتا ہے اور قاعدہ ہے کہ ایک مشکوک اور مبہم چیز اس تحقیق شدہ اور معلوم چیز کو باطل نہیں ٹھہرا سکتی۔"

درج بالا حوالہ اگرچہ رحماء بینہم حصہ اول صدیقی میں بھی نقل ہو چکا ہے تاہم موضوع کی مناسبت سے اس کا یہاں اندراج بھی فائدہ سے خالی نہیں۔

امام قرطبی کا قول

مشہور مفسر اور مالکی فقیہ حضرت ابوبکر اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے باہمی اختلاف کے متعلق فرماتے ہیں:

"من تأمل ما دار بین ابی بکر و علی من المعاتبة ومن الاعتذار وما تضمن ذالک من الانصاف عرف ان بعضهم کان یعترف بفضل الآخر و ان قلوبهم کانت متفقة علی الاحترام والمحبة و ان کان الطبع البشری قد یغلب احیانا لکن الدیانة ترد ذالک

---

[1] شرح فقہ اکبر ملا علی قاری (تحت بحث خلافۃ علی) ص ۸۶۔۷ طبع مجیدی کانپوری

والله الموفق."❶

"جو آدمی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے درمیان پیدا ہونے والی ناراضگی، اس معاملے میں عذر اور جتنا انصاف شامل تھا اس پر غور کرے گا تو بخوبی معلوم ہو جائے گا کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کی فضیلت کا معترف تھا اور ان کے دل باہمی احترام اور محبت پر متفق تھے اگرچہ بعض اوقات بشری تقاضے غالب آ جاتے تھے لیکن دین داری اس چیز کو رَدّ کر دیتی تھی اور اللہ ہی نیکی کی توفیق دینے والا ہے۔"

اختلافاتِ صحابہؓ کے متعلق امام غزالی رحمہ اللہ کے نصائح اور تلقین

"المشهور من قتال معاوية مع عليؓ و مسير عائشة رضى الله عنهم الٰى البصرة والظن بعائشة انها كانت تطلب تطفئة الفتنة ولكن خرج الامر من الضبط فأواخر الامور لا تبقى على وفق طلب اوائلها بل تنسل عن الضبط والظن بمعاويةؓ انه كان على تاويل وظن فيما كان يتعاطاه وما يحكى سوى هذا من روايات الآحاد فالصحيح منه مختلط بالباطل والاختلاف اكثره اختراعات الروافض والخوارج وارباب الفضول الخائضون فى هذه الفنون فينبغى ان تلازم الانكار فى كل ما لم يثبت وما يثبت فتستنبط له تأويلا فما تعذر عليک فقل لعل له تأويلا وعذرا لم اطلع عليه واعلم انک فى هذا المقام بين ان تسئ الظن بمسلم وتطعن عليه وتكون كاذبا او تحسن الظن به وتكف لسانک عن الطعن وانت مخطئ مثلا والخطاء فى حسن الظن بالمسلم اسلم من الصواب بالطعن فيه فلو سكت انسان مثلا عن طعن ابليس او

❶ فتح الباری شرح البخاری لابن حجر عسقلانی ج ۷ ص ۳۹۹ باب غزوہ خیبر کے آخر میں تخلف علی عن بیعته کی روایت کے تحت درج ہے۔

لعن ابی جهل او ابی لهب او من شئت من الاشرار طول عمره لم یضره السکوت ولوهفا هفوة بالطعن فی مسلم بما هو بریٔ عند الله تعالیٰ منه فقد تعرض للهلاک بل اکثر ما یعلم فی الناس لا یحل النطق به لتعظیم الشرع والزجر عن الغیبة مع انه اخبار عما هو متحقق فی المغتاب فمن یلاحظ هذا الفضول ولم یکن فی طبعه میل الی الفصول آثر ملازمة السکوت وحسن الظن بکافة المسلمین واطلاق اللسان بالثناء علی جمیع السلف الصالحین هذا حکم الصحابة عامة فاما الخلفاء الراشدون فهم افضل من غیرهم وترتیبهم فی الفضل عند اهل السنة کترتیبهم فی الامامة.''[1]

''حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جنگ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بصرہ کی طرف جانا مشہور ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا (ام المومنین) کے بارے میں گمان غالب یہی ہے کہ آں محترمہ فتنہ کو ٹھنڈا کرنا چاہتی تھیں مگر معاملہ ان کے اختیار سے نکل گیا۔ تمام معاملات کا انجام اس طرح نہ ہوا جس طرح ابتداء میں ان کے حوالے سے خواہش کی گئی تھی بلکہ وہ قابو سے باہر ہو گئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی گمان یہی ہے کہ وہ ایک شرعی تاویل اور جو کچھ لے کر جا رہے تھے اس بارے میں نیک گمان پر تھے۔ اس کے علاوہ جتنی بھی خبر واحد کے درجے کی روایات ہیں ان میں صحیح واقعہ کو باطل (غلط) اور اختلاف کے ساتھ خلط ملط کر دیا گیا ہے۔ ان میں زیادہ تر روایات رافضیوں، خارجیوں اور ان فضول لوگوں کی اختراع ہیں جن کی زندگی کا مقصد ہی اس طرح کی غلط فہمیاں پھیلانا ہے۔ پس شرعی اعتبار سے مناسب امر یہی ہے کہ ان مشاجرات میں جو چیز صحیح طور

[1] کتاب الاقتصاد فی الاعتقاد لامام محمد بن محمد بن محمد ابوحامد الغزالی التوفی ۵۰۵ھ الطوسی ص ۹۹

پر ثابت نہیں اس میں تو انکار کو لازم پکڑ لو اور جو چیز ثابت ہو جائے تو اس کے لیے کوئی تاویل تلاش کر لو اور جہاں کوئی تاویل تلاش کرنا تمہارے لیے مشکل ہو جائے وہاں بھی یہی بات کہو کہ شاید اس کے لیے بھی کوئی تاویل اور شرعی عذر ہوگا جس پر میں مطلع نہیں ہو پایا اور جان لو کہ اس صورت حال میں تم دو چیزوں کے درمیان کھڑے ہو گے یا تو تم کسی مسلمان کے بارے میں بلا دلیل بدگمانی کرو گے اور اس پر لعن طعن کرو گے جب کہ تم اس معاملے میں جھوٹے ہو گے یا تم اس (مسلمان) کے بارے میں حسن ظن سے کام لو گے اور اس پر لعن طعن سے اپنی زبان روک رکھو گے۔ جب کہ تم ایسا کرنے میں غلطی پر ہو گے۔ اور انصاف کی بات یہ ہے کہ کسی مسلمان کے بارے میں حسن ظن کرنے کے معاملے میں غلطی کرنا اس پر لعن طعن میں صحیح ہونے سے زیادہ سلامتی والا راستہ ہے۔ چنانچہ کوئی آدمی زندگی بھر اگر ابلیس (شیطان) یا ابو جہل یا ابولہب یا کسی بھی شریر آدمی پر لعن طعن کرنے سے خاموش رہے تو یہ سکوت (زبان بندی) اسے (دنیا و آخرت) میں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ اور اگر اس نے کسی مسلمان کے بارے میں کسی معاملے میں لعن طعن کا ارتکاب کیا جس میں وہ اللہ کے ہاں لعن طعن کا مستحق ہونے سے بری تھا تو اس نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ لوگوں کے معاملے میں جتنا کچھ وہ جانتا ہے اس کے لیے جائز نہیں کہ دوسرے لوگوں کے سامنے اس کو بتاتا پھرے کیوں کہ شریعت نے کسی کی غیبت کرنے سے سختی سے منع کیا ہے حالانکہ وہ چیز اس آدمی میں پائی جاتی ہے جس کی غیبت کی جا رہی ہے، پس جو آدمی اس چیز کو فضول سمجھتا ہے اور اس کی طبیعت میں فضول چیزوں کی طرف میلان نہیں پایا جاتا تو وہ سکوت، تمام اہل اسلام کے بارے میں حسن ظن اور تمام سلف صالحین کی تعریف میں رطب اللسان رہنے کو

ہمیشہ ترجیح دے گا۔ یہ حکم تو عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ہے جب کہ خلفائے راشدین تو تمام لوگوں سے افضل ہیں اور اہل سنت (والجماعت) کے نزدیک فضیلت میں ان کی ترتیب وہی ہے جو امامت (خلافت) میں ہے۔"

زیر بحث معاملے میں امام غزالی کا ایک اَور قول یا نصیحت ملا علی قاری نے یوں نقل کی ہے:

"...... ففی لعن الاشخاص خطر فلیجتنب ولاخطر فی السکوت عن لعن ابلیس فضلاً عن غیره."[1]

"پس لوگوں پر لعنت کرنا خطرے سے خالی نہیں لہٰذا اس سے بچنا چاہیے جب کہ ابلیس (شیطان) پر لعنت کرنے سے سکوت میں کوئی خطرہ نہیں چہ جائیکہ اس کے سوا کسی دوسرے آدمی پر لعنت بھیجنے میں سکوت پر کوئی خطرہ ہو۔"

یہ حوالہ شرح عقائد نسفی (بحث لعن یزید) کے حاشیہ پر بھی موجود ہے۔

ابن حجر مکی کی تحقیق

"انما المراد انه لایجوز لاحد ان یذکر شیئا مما وقع بینهم یستدل به علی بعض نقص من وقع له ذالک والطعن فی ولایته الصحیحة، اولیغری العوام علی سبهم وثلبهم ونحوذ ذالک من المفاسد.

ولم یقع ذالک الا المبتدعة وبعض جهلة النقلة الذین ینقلون کل ما رأوه ویترکونه علی ظاهره، غیر طاعنین فی سنده ولا مشرین لتاویله، وهذا شدید التحریم، لما فیه من الفساد العظیم وهو اغراء العامة ومن فی حکمهم علی تنقیص اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم الذین لم یقم الدین الا بنقلهم الینا کتاب الله وما سمعوه وشاهدوه من نبیه من سنة الغراء الواضحة

---

[1] شرح فقہ اکبر لعلی قاری ص ۸۷ طبع ہند بحوالہ احیاء علوم الدین للغزالی

البیضاء وما بینوہ لنا من الاحکام التی لا یحیط بھا سواھم، لتمیزھم بالبرھان والعیان فرضی اللہ عنھم وارضاھم وجزاھم عن الاسلام والمسلمین خیر جزاءٍ۔"❶

"مطلب یہ ہے کہ صحابہ کرام کے باہم قتال کو اس طرح بیان نہیں کرنا چاہیے جس سے کسی پر الزام عائد ہو یا عوام کو کسی کی بدگوئی کا موقع ملے۔ بعض جاہل لوگ جن کی عادت یہ ہے کہ جو کچھ دیکھ لیتے ہیں نقل کر لیتے ہیں اور ظاہری مطلب مراد لے لیتے ہیں نہ سند پر غور کرتے ہیں نہ حدیث کا صحیح مطلب بیان کرتے ہیں اس میں بڑا فساد ہوتا ہے اور عوام کو سبِّ صحابہ کا موقع ملتا ہے۔

صحابہ کرام کی شان یہ ہے کہ انہوں نے قرآن کو ہم تک پہنچایا اور اسی وجہ سے دین اسلام قائم ہے اور جو رون سنت انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی یا دیکھی وہ ہم تک پہنچائی اور وہ احکام جن کا علم ان کے سوا کسی سے نہ ہو سکتا تھا ہم کو تعلیم کیے پس اللہ ان سے راضی رہے اور ان کو راضی کرے اور اسلام مسلمین کی طرف سے انہیں جزائے خیر دے۔"❷

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کا قول

سرخیل صوفیہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

"......واتفق اھل السنة علی وجوب الکف عن ما شجر بینھم والامساک عن مساویھم واظھار فضائلھم ومحاسنھم وتسلیم امرھم الی اللہ عز وجل علی ماکان وجری من اختلاف علیؓ و طلحہؓ والزبیرؓ وعائشةؓ ومعاویہؓ رضی اللہ عنھم علی ما قدمنا بیانہ واعطاء کل ذی فضلٍ فضلہٗ کما قال اللہ تعالیٰ والذین جاء وا من

❶ تطہیر الجنان لابن حجر المکی رحمہ اللہ ص ۳۱ تحت الفصل الثالث

❷ "تنویر الایمان" ترجمہ تطہیر الجنان از مولانا عبدالشکور لکھنوی ص ۴۶ تحت تیسرا اعتراض وتنبیہ

بعدهم يقولون ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذين سبقونا بالايمان ولا تجعل فی قلوبنا غلاًّ للذین آمنوا ربنا انک رؤف رحیم.'' ❶

''اہل السنۃ اس بات کے واجب ہونے پر متفق ہیں کہ صحابہ کرام کے درمیان جونزاعات ہوئے ان میں زبان کو بند رکھا جائے ان کی خامیاں بیان کرنے سے باز رہا جائے ان کے فضائل و مناقب اور خوبیاں بیان کی جائیں اور حضرت علی المرتضیٰ، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عائشہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم کے درمیان جتنے بھی اختلافات ہوئے اس معاملے کو اللہ کے سپرد کر دیا جائے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ علاوہ ازیں ہر صاحب فضیلت کی فضیلت کا اعتراف کرنا ضروری ہے جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے:

''اور وہ لوگ جو ان کے بعد آئے وہ (یوں) کہتے (دعا کرتے) ہیں: اے ہمارے پروردگار! تو ہماری مغفرت فرما اور ہمارے ان بھائیوں کی بھی مغفرت فرما جو ہم سے ایمان میں سبقت لے جا چکے ہیں اور ہمارے دلوں میں تمام اہل ایمان کے لیے کسی قسم کا کینہ پیدا نہ ہونے دے، اے ہمارے رب! بے شک تو بہت بڑا مہربان اور بہت زیادہ رحم کرنے والا ہے۔''

اہل تشیع حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ناحق ہونے کے قائل ہیں۔ ان کے اس اشتباہ کو دور کرتے ہوئے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اما خلافة معاويةؓ بن سفيانؓ فثابتةٌ صحيحةٌ بعد موت عليٌّ وبعد خلع الحسن بن علی رضی الله عنهما نفسه عن الخلافة وتسليمها الی معاويةؓ لرأی راه الحسن ومصلحة عامة تحققت له وهی حقن دماء المسلمين وتحقيق قول النبی صلی الله عليه وسلم فی الحسنؓ ابنی هذا سيد يصلح الله تعالٰی به بين فئتين عظيمتين فوجبت امامة بعقد الحسنؓ له فسمی عامه عام الجماعة لارتفاع

---

❶ غنیۃ الطالبین مترجم اردو ص۱۹۲-۱۹۳ (فصل ویعتقد اہل السنۃ الخ) طبع لاہور

الخلاف بین الجمیع واتباع الکل لمعاویةؓ لانه لم یکن هناک منازع ثالث فی الخلافة."[1]

"جہاں تک حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی خلافت کا تعلق ہے تو وہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اور حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے ازخود خلافت سے دست بردار ہونے اور امر خلافت کو امیر معاویہ کے سپرد کر دینے کے بعد تاریخی طور پر ثابت اور صحیح ہے۔ حضرت حسن کا خلافت کو امیر معاویہ کے سپرد کر دینا محض مصلحت عامہ کی خاطر تھا اور وہ تھی مسلمانوں کو خون ریزی سے بچانا اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے ثابت ہونا کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا۔ تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی امامت و خلافت واجب ہوگئی۔ چنانچہ اس سال کا نام "عام الجماعۃ" (اتحاد و اجتماع مسلمین کا سال) رکھا گیا کیوں کہ تمام مسلمانوں کے درمیان اختلاف اٹھ گیا اور سب نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اتباع کر لی اس لیے کہ خلافت کے معاملے میں کوئی تیسرا دعوے دار نہ تھا۔"

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی کا قول

"محارابات و منازعات کہ درمیان صحابہ کرام علیہم الرضوان واقع شدہ اند۔ مثل محاربہ جمل و محاربہ صفین بر محامل نیک صرف باید نمود و از ہوا و تعصب دور باید داشت۔ چہ نفوس ایں بزرگواران در صحبت خیر البشر علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات از ہوا و ہوس مزکیٰ شدہ بودند۔ و از حرص و کینہ پاک گشتہ۔ اگر

[1] غنیۃ الطالبین للشیخ عبدالقادر جیلانی (مترجم اردو) ص ۱۹۰ (فصل و یعتقد اہل السنۃ الخ) طبع لاہور

مصالح دارند برائے حق دارند واگر منازعت ومشاجرت برائے حق است ہر گروہی بہ مقتضائے اجتہاد خود عمل نمودہ اند ومخالف را بے شائبہ واتعصت از خود رفع کردہ اند۔ ہر کہ در اجتہاد خود مصیبت است او درجہ وبقولے دہ درجہ از ثواب دارد۔ آنکہ مخطی است یک درجہ ثواب او را نقد وقت است۔ پس مخطی در رنگ مصیبت از ملامت دور است۔ بلکہ امید درجہ از درجات ثواب دارد۔ علماء فرمودہ اند کہ دران محاربات حق بر جانب امیر بودہ است کرم اللہ وجہہ۔ واجتہاد مخالفاں از صواب دور بودہ مع ذلک مورد وطعن نیستند وگنجائش ملامت ندارند۔ چہ جائے آنکہ نسبت کفر یا فسق کردہ شود۔ امیر کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرمودہ است برادران ما بما باغی گشتند۔ ایشاں نہ کافر اند نہ فاسق۔ زیرا کہ ایشان را تاویل است کہ منع کفر وفسق می نمایند۔ حضرت پیغمبر ما فرمودہ است علیہ الصلوٰۃ والسلام ایاکم وما شجر بین اصحابی پس جمیع اصحاب پیغمبر را علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات بزرگی باید داشت۔ وھمہ را بہ نیکی یاد باید کرد در حق ہیچ یکی از ایں بزرگواران گمان بد نباید کرد و منازعت ایشان را بہ از مصالحتہ دیگران باید داشت۔ طریق فلاح ونجات ایں است۔ چہ دوستی اصحاب کرام بواسطۂ دوستی پیغمبر است علیہ وعلیہم الصلوات والسلام بزرگی فرماید ما آمن برسول اللہ من لم یؤقر اصحابہ۔"[1]

"صحابہ کرام علیہم الرضوان کے درمیان جو لڑائیاں اور جھگڑے واقع ہو چکے ہیں مثلاً جنگ جمل اور جنگ صفین، انہیں نیک محمل کے مطابق لینا چاہیے اور خواہشاتِ نفسانی اور تعصب سے دور سمجھنا چاہیے کیوں کہ ان بزرگوں کے نفوس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں ہر قسم کی خواہشاتِ نفسانی، دنیوی

[1] مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی جلد ثانی ص ۱۳۱-۱۳۲۔ مکتوب شست ہفتم در بیان عقائد اہل سنت، طبع نول کشور لکھنو، طبع قدیم

لالچ اور حرص و کینہ سے پاک ہو چکے تھے۔ اگر وہ مصالحت رکھتے ہیں تو حق کی خاطر رکھتے ہیں اور اگر ان کے درمیان لڑائی جھگڑا واقع ہوا ہے تو وہ بھی حق کی خاطر ہے۔ ہر فریق نے اپنے اجتہاد کے مقتضیٰ کے مطابق عمل کیا ہے۔ جو فریق اپنے اجتہاد میں اللہ کے ہاں صحیح رائے پر ہے، وہ ایک درجہ اور دوسرے قول کے مطابق دس گنا ثواب کا مستحق ہے اور جو غلطی پر ہے اس کے لیے بھی (ازروئے حدیث نبوی) ایک درجہ ثواب تو بہر کیف ہے۔ پس غلطی کرنے والا صرف ملامت سے ہی دور نہیں بلکہ اجتہاد کے درجات میں سے ایک درجہ ثواب کا حق دار ہے۔ علمائے دین نے فرمایا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان لڑائی اور اختلاف میں امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ حق پر تھے اور مخالفین کا اجتہاد شرعی اعتبار سے صحت سے دور تھا اس کے باوجود انہیں طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا جا سکتا ہے نہ ان پر ملامت کرنے کی گنجائش ہے۔ چہ جائیکہ ان کی طرف کفر یا فسق (حق کے راستے سے ہٹ جانے) کی نسبت کی جائے۔ چنانچہ امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے (مخالف فریق کے بارے میں) فرمایا ہے: ہمارے بھائیوں نے ہمارے خلاف بغاوت کا ارتکاب کیا ہے یہ لوگ نہ کافر ہیں نہ فاسق۔ جان لو کہ یہ لوگ (لڑائی میں) ایک شرعی تاویل رکھتے ہیں جس کی بنیاد پر انہیں کافر یا فاسق قرار نہیں دیا جا سکتا۔ ہمارے پاک پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے: میرے صحابہ کے درمیان جو جھگڑے واقع ہوئے ان میں زبان درازی سے بچتے رہنا۔

پس پیغمبر علیہ الصلوات والتسلیمات کے تمام صحابہ بڑی بزرگی کے حامل ہیں۔ تمام کے تمام صحابہ کو نیکی کے ساتھ یاد کرنا چاہیے۔ ان بزرگوں میں

سے کسی کے بارے میں بھی برا گمان نہ رکھنا چاہیے اور ان کے اختلاف کو بھی دوسروں کی مصالحت سے بہتر گردانا چاہیے۔ دنیا و آخرت میں فلاح کا راستہ یہی طرزِ عمل ہے۔ کیوں کہ صحابہ کرام کے ساتھ دوستی پیغمبر علیہ السلام کے ساتھ دوستی ہے، ایک بزرگ کا قول ہے: ''وہ آدمی گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ہی نہیں رکھتا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی تعظیم نہیں کرتا۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عمومی فضیلت

حضرت مولانا محمد نافع صاحب نے صحابہ کرامؓ کے حوالے سے اپنے طبعی اور خصوصی ذوق کے پیش نظر کسی صحابی کی تخصیص وتعیین کے بغیر صحابہ کرامؓ کی عمومی فضیلت و عظمت پر دلالت کرنے والی چند روایات مستند مآخذ سے نقل فرمائی ہیں۔ جن کا اطلاق تمام سابقین اور متأخرین اور تمام چھوٹے بڑے صحابہ پر ہوتا ہے۔ یہ روایات کسی تبصرہ یا تشریح وتوضیح کے بغیر ذیل میں (مع اردو ترجمہ) من وعن درج ہیں:

حضرت عمران بن حصین اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما وغیرہ سے مروی ایک حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

۱. "خیر الناس قرنی الذین انا فیھم ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم ......الخ" [1]

"سارے لوگوں میں سے بہترین لوگ میرے زمانے کے لوگ ہیں جن کے اندر میں خود موجود ہوں پھر ان سے دوسرے درجے میں بہترین لوگ وہ ہوں گے جو ان کے متصل زمانے میں ہوں گے (جنہیں اصطلاح میں تابعین کہا جاتا ہے) پھر تیسرے درجے میں بہترین لوگ وہ ہوں گے جو ان (تابعین) سے متصل زمانے میں آئیں گے (تبع تابعین)۔"

۲. ان عمر بن الخطاب قام بالجابیة خطیبا فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قام فینا مقامی فیکم فقال اکرموا اصحابی فانھم خیارکم ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم ......فمن سرّہ

---

[1] کنز العمال (باب الثالث فی ذکر الصحابة الفصل الاول) ج ٦ ص ١٣٢

بحبوحة الجنة فعليه بالجماعة فان الشيطان مع الفذ وهو من الاثنين ابعد...... الخ" (1)

"حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ مقام جابیہ (شام) پر خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے پھر فرمایا: بے شک اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ایک دن) ہمارے درمیان (خطبہ ارشاد فرمانے کے لیے) کھڑے ہوئے تھے جس طرح میں تمہارے درمیان کھڑا ہوں تو اس موقع پر آپ نے فرمایا تھا: میرے صحابہ کا احترام اور عزت کیا کرو کیوں کہ وہ تم میں سے بہترین لوگ ہیں۔ پھر دوسرے درجے میں بہترین لوگ وہ ہیں جو ان کے متصل بعد آئیں گے (تابعین) پھر تیسرے درجے میں وہ لوگ جو ان (تابعین) سے متصل آئیں گے (تبع تابعین) ...... پس جس شخص کو جنت کی خوشبو پسند ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ جماعۃ المسلمین کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے کیوں کہ شیطان تنہا آدمی کے ساتھ ہوتا ہے جب کہ وہ دو آدمیوں سے دور رہتا ہے ...... الخ"

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

۳. **"ان الله اختارني واختارلي اصحابا فجعل لي منهم وزراء واصهاراً وانصاراً ...... الخ" (عن انس)** (2)

"بے شک اللہ تعالیٰ نے (ساری کائنات میں سے) مجھے چن لیا اور میرے لیے کچھ ساتھیوں (صحابہ) کو چن لیا پھر ان (چنیدہ صحابہ) میں سے بعض لوگوں کو میرے لیے وزراء، داماد و سسر اور مددگار بنا دیا۔"

۴. **"عن ابن مسعودؓ قال ان الله نظر في قلوب العباد فاختار**

---

(1) مصنف عبدالرزاق ج ۱۱ ص ۳۴۱

(2) کنز العمال (باب الثالث فی ذکر الصحابۃ الفصل الاول) ج ۶ ص ۱۳۳

محمدا صلی الله علیه وسلم فبعثه برسالته وانتخبه بعلمه ثم نظر فی قلوب الناس بعده فاختار له اصحابا فجعلهم انصار دینه ووزراء نبیه ومارأه المؤمنون حسناً فهو عند الله حسن وما راه المؤمنون قبیحا فهو عند الله قبیح." (رواه ابونعیم) [1]

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام بندوں کے دلوں میں ایک نظر فرمائی تو ان میں سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو چن لیا پھر آپ کو اپنی رسالت کے ساتھ (رسول بنا کر) بھیجا اور اپنے (خصوصی و لاریب) علم کی بنیاد پر آپ کو (نبوت و رسالت کے لیے) منتخب فرما لیا۔ پھر آپ کے انتخاب کے بعد دوبارہ تمام لوگوں کے دلوں پر ایک نظر دوڑائی تو آپ کے لیے (بعض لوگوں کو) صحابہ کے طور پر چن لیا۔ پھر انہیں اپنے دین کا مددگار اور اپنے نبی کا وزراء بنا دیا اور (اصول ہے کہ) جس چیز کو تمام مومنین مستحسن سمجھیں تو وہ چیز اللہ کے نزدیک بھی مستحسن ہوتی ہے اور جس چیز کو تمام مومنین قبیح (برا) سمجھیں تو وہ اللہ کے نزدیک بھی بری ہوتی ہے۔''

حضرت عبداللہ بن مغفل سے مروی ایک روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین اور اپنی تمام امت کو مخاطب کرتے ہوئے ہدایت فرمائی:

۵."الله الله فی اصحابی الله الله فی اصحابی لا تتخذوهم من بعدی غرضاً فمن احبهم فبحبی احبهم ومن ابغضهم فببغضی ابغضهم ومن اٰذاهم فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی الله ومن اٰذی الله فیوشک ان یأخذه، رواه الترمذی وقال هذا حدیث غریب." [2]

---

[1] کنز العمال (باب فضائل الصحابة فصل فی فضلهم) (اجمالاً) ج ٦ ص ۳۱۱

[2] مشکوٰۃ المصابیح (باب المناقب الصحابۃ الفصل الثانی) ص ۵۵۴؛ کنز العمال (باب الثالث فی ذکر الصحابۃ) ج ٦ ص ۱۳۴

"میرے صحابہ کے حق میں اللہ سے ڈرتے رہنا (دو دفعہ یہ تاکیدی نصیحت فرمائی)۔ پس جس آدمی نے ان سے محبت کی تو گویا اس نے میرے ساتھ محبت رکھنے کے باعث ان سے محبت کی (کیوں کہ میں ان سے محبت رکھتا ہوں) اور جس نے ان سے بغض رکھا تو گویا اس نے میرے ساتھ بغض کے سبب ان سے بغض رکھا اور جس آدمی نے (طعن و تشنیع کے ذریعے) انہیں اذیت پہنچائی تو اس نے مجھے اذیت پہنچائی اور جس نے مجھے اذیت پہنچائی تو بے شک اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت پہنچائی اور جس نے اللہ کو اذیت پہنچائی تو بعید نہیں کہ وہ اس کی گرفت فرما لے۔"

٦ . عن علی بن ابی طلحة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم خرج من بعض بیوته الی المسجد ...... فقال الصلوٰة تنتظرون؟ اما انها صلوٰة لم تکن فی الامم قبلکم وهی العشاء ثم نظر الی السماء فقال ان النجوم امان للسماء فاذاطمست النجوم اتی السماء ما توعد وانا امان لاصحابی فاذا انامت اتی اصحابی مایوعدون واصحابی امان لامتی فاذا ذهب اصحابی اتی امتی ما یوعدون."[1]

"حضرت علی بن ابی طلحہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ایک کاشانۂ مبارک سے نکل کر مسجد (نبوی) میں تشریف لائے ...... تو (حاضرین سے) فرمایا: کیا تم نماز کے انتظار میں بیٹھے ہو؟ بے شک یہ وہ نماز ہے جو تم سے قبل پہلی امتوں پر فرض نہ تھی اور وہ ہے عشاء کی نماز۔ پھر آپ نے آسمان کی طرف نظر اٹھا کے دیکھا اور فرمایا: بے شک ستارے آسمان کے لیے سلامتی کا سبب ہیں تو جس دن ستارے بے نور ہو جائیں گے تو آسمان پر وہ وقت آ جائے گا جس کا اس سے وعدہ کیا گیا ہے (یعنی قیامت) اور میں

---

[1] کتاب الزہد والرقائق لعبد اللہ بن مبارک ص ۲۰۰ طبع مالیگاؤں، بھارت

اپنے صحابہ کے واسطے سلامتی کا باعث ہوں تو جس وقت میں دنیا سے چلا گیا تو میرے صحابہ کے سامنے وہ حالات (فتنے، لڑائیاں) آ جائیں گے جن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔ اور میرے صحابہ میری امت کے لیے امن وسلامتی کا ذریعہ ہیں تو جب میرے صحابہ چلے جائیں گے تو میری امت کو وہ حالات (فتنے، اختلافات وغیرہ) پیش آئیں گے جن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔‘‘

۷. قال ابن بریدة قال النبی صلی الله علیه وسلم ایما رجل من اصحابی مات ببلدة فهو قائدهم ونورهم یوم القیامة.‘‘[1]

’’حضرت ابن بریدہ کا کہنا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (صحابی کے وجود کی برکت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) فرمایا: میرے صحابی میں سے جو آدمی کسی شہر میں مرا تو وہ قیامت کے دن ان اہالیان شہر کے لیے قائد ہو گا اور روشنی کا ذریعہ بنے گا۔‘‘

۸. سئل ابن عمرؓ هل کان اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم یضحکون؟ قال نعم. والایمان فی قلوبهم اعظم من الجبال.‘‘[2]

’’حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام ہنستے بھی تھے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، تاہم ان کے دلوں میں موج زن ایمان پہاڑوں سے بھی زیادہ عظیم تھا۔‘‘

بعد وفات حضرت ایوب انصاریؓ کی قبر سے روشنی کا ظہور اور اہل روم کا اسلام قبول کر لینا

۹. عن محمد بن سیرین رحمه الله قال استعمل یزید بن معاویة علی جیش فکره ابوایوب الانصاری الخروج معه ثم ندم ندامة

[1] التاریخ الکبیر ج ۱ ق ۲ ص ۱۴۱

[2] مصنف عبدالرزاق ج ۱۱ ص ۳۲

شديدة فغزا معه بعد ذالک فحضر فاتاه يزيد بن معاوية يعوده فقال الک حاجة؟ قال نعم...... اذا انامت فاغسلوني و كفنوني ثم احملوني حتى تأتوا بلاد العدو......فيدفنوني......انهم فعلوا ذالک به و دفنوه ليلا فصعد نور من قبره الى السماء ورأى ذالک من كان بالقرب من ذالک الموضع من المشركين فجاء رسولهم من الغد فقال من كان هذا الميت فيكم فقالوا صاحب لنبينا فاسلموا بما رأوا.“ ❶

”امام محمد بن سیرین سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں (حضرت امیر معاویہ کے عہد حکومت میں) یزید بن معاویہ کو ایک لشکر کا امیر بنایا گیا تو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے اس (یزید) کے ساتھ اس لشکر میں جانے کو پسند نہ فرمایا مگر بعد میں اپنے اس ارادے پر سخت شرمندہ ہوئے اور یزید کے ہمراہ لشکر کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ اتفاق ایسا ہوا کہ آپ دورانِ سفر مرض الوفات کا شکار ہو گئے تو امیر لشکر یزید بن معاویہ آپ کی عیادت کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا کیا جناب کی کوئی حاجت ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں...... (اور وہ یہ کہ) جب میں وفات پا جاؤں تو مجھے غسل و کفن دینے کے بعد میرے جنازے کو اٹھا لینا یہاں تک دشمن کے علاقے (رُوم، قسطنطنیہ) میں پہنچ کر مجھے دفن کر دینا۔ اہل لشکر نے حسب وصیت ان کے جنازے کے ساتھ اسی طرح کیا اور آپ کو رات کو دفن کر دیا۔ تدفین کے بعد ان کی قبر سے آسمان کی طرف ایک روشنی نکلی جسے اس جگہ کے اردگرد رہنے والے تمام مشرکین نے بھی دیکھا۔ صبح ہوئی تو ان مشرکین کا ایک نمائندہ آیا اور اس نے لشکریوں سے پوچھا: تمہارے درمیان یہ مردہ (جسے تم نے رات کو دفنایا) کون تھا؟ تو لشکریوں نے بتایا یہ ہمارے پاک نبی کے ایک صحابی تھے۔

❶ کتاب شرح السیر الکبیر، لشمس الائمہ سرخسی (باب الشهيد وما يصنع به) ج ۱ ص ۱۵۷ طبع دکن۔ جب کہ کتاب ہذا طبع مصر (باب مذکور) میں یہ روایت ج ۱ ص ۲۳۵ پر درج ہے۔

تو وہ لوگ اسلام لے آئے اس روشنی سے متاثر ہو کر جو انہوں نے دیکھی تھی۔"

نوٹ: یہ روایت درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے مگر ان میں قبر سے روشنی نکلنے والی تفصیل نہ ہے:

۱۔ مصنف ابن ابی شیبہ (کتاب الجہاد) ج ۵ ص ۳۲۰

۲۔ مسند احمد ج ۵ ص ۴۱۶، ۴۲۳

۳۔ طبقات ابن سعد ج ۳ ق ۲ ص ۴۹

۴۔ المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۴۵۸

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی قبر کی برکت کے حوالے سے یہ چیز بھی دستیاب ہوتی ہے کہ جب قحط پڑتا تھا تو رومی لوگ ان کی قبر کے واسطے سے بارش برسنے کی دعا مانگتے تھے۔ [1]

ایک یادداشت برائے ثبوت فضیلت صحابہ رضی اللہ عنہم

۱. آیت لقد تاب اللہ علی النبی والمهاجرين والانصار الذين اتبعوه فى ساعة العسرة من بعد ما كاد يزيغ قلوب فريق منهم ثم تاب عليهم انه بهم رؤف الرحيم."

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں (مہاجرین اور انصار) پر جو مشکل وقت میں حاضر اور تابع رہے تھے، اپنی رحمت کے ساتھ رجوع فرمانے کا ذکر ہے۔ (جو حضرات تبوک میں شامل ہوئے تھے) یہاں سے اس بات کا ثبوت مل سکتا ہے جو مومنین اشخاص (جن پر نفاق کا شبہ نہ تھا) ان تمام پر اللہ کی طرف سے رحمت کے ساتھ رجوع پایا گیا ہے۔

اور اس موقعہ پر جنہوں نے منافقت کی تھی ان کے احکام الگ بیان کر دیے

---

[1] حسن المحاضرہ للسیوطی ج ۱ ص ۱۰۰

گئے۔ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان حضرات میں شامل تھے جو غزوہ تبوک میں حاضر ہوئے تھے جیسا کہ مسند ابی یعلی اور مسند احمد وکتاب الاموال لابی عبید القاسم بن سلام وغیرہ کی روایات میں پایا جاتا ہے اور وہاں شاہِ روم کے خط کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پڑھ کر سنایا تھا۔ اس واقعہ کے ذریعے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا غزوہ تبوک کے شاملین میں شمار پایا جاتا ہے۔

دیگر یہ بات بھی لائق توجہ ہے کہ غزوہ حنین وطائف میں حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ بھی مع دونوں فرزندوں (یزید بن ابی سفیان ومعاویہ) کے شامل تھے۔ ان صحابہ کرام کے حق میں قرآن مجید میں آیات (ولقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم......الخ) مذکور ہیں۔ اس خاص نصرت کی فضیلت میں مذکور حضرات بھی شامل ہیں۔

اہل حنین کی خصوصی فضیلت

﴿لقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئا وضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین. ثم انزل اللہ سکینتہ علی رسولہ وعلی المومنین وانزل جنودا لم تروھا......الخ﴾

مفسرین مثلاً مدارک وجلالین وغیرہما کی توضیحات کے مطابق ذیل میں چند چیزیں ذکر کی جاتی ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کو فتح مکہ کے بعد خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ضرور اللہ تعالیٰ نے بہت سے مواقع میں تمہاری امداد کی (مثلاً بدر، قریظہ، نضیر، حدیبیہ، خیبر، فتح مکہ) اور حنین کے موقعہ پر بھی امداد کی جو مکہ اور طائف کے درمیان وادی ہے اس وقت مسلمان قریباً بارہ ہزار تھے اور قبیلہ ہوازن اور ثقیف کے قریباً چار ہزار افراد تھے۔ ان حالات میں بعض مسلمانوں سے یہ قول صادر ہوا کہ اب ہم

قلت کی بنا پر مغلوب نہیں ہوں گے۔ یہ بات جناب حضور علیہ والصلوٰۃ والسلام کو ناگوار گزری کیوں کہ یہ کلمہ ''الاعجاب بالکثرۃ'' کا تھا مسلمانوں کو کچھ وقت کے لیے شکست ہوئی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چند مخصوص صحابہ مثلاً شیخین، حضرت عباس اور ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہم ثابت قدم رہے اور باقی مسلمانوں کے پاؤں ایک دفعہ اکھڑ گئے پھر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ندا دی تب تمام حضرات واپس آ گئے اور جم کر کفار سے مقابلہ کیا اور فتح یاب ہوئے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص سکینت اپنے پیغمبر علیہ السلام پر اور حاضرین مومنین پر نازل فرمائی اور خاص فرشتوں کا لشکر نازل فرمایا جو عام لوگوں کو نظر نہیں آ رہا تھا۔ بقول مفسرین پانچ ہزار یا آٹھ ہزار فرشتے تھے۔ مختصر یہ کہ

- یہ خطاب فتح مکہ کے بعد ہے اور اس غزوہ میں شاملین صحابہ کے لیے ہے۔ اور ان میں حضرت ابوسفیان بن حرب، حضرت امیر معاویہ، یزید بن ابی سفیان وغیرہم رضی اللہ عنہم جو فتح مکہ کے وقت اسلام لائے تھے اور اس غزوہ میں شریک تھے وہ سب مسلمان اس خطاب میں شامل ہیں۔
- اور اللہ تعالیٰ کی نصرت ان کو حاصل ہوئی اور فتح یاب ہوئے۔
- اور خصوصی فضیلت یہ نصیب ہوئی کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی سکینت نازل ہوئی اور فرشتوں کی امداد ان کو ملی۔

یہ وہی سکینت ہے جس طرح سورۃ فتح کے تیسرے رکوع میں مذکور ہے:

﴿فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا...... الخ﴾

مطلب یہ ہے کہ جن اشخاص کی یہ شان ہے ان کو منافق نہیں کہا جا سکتا اور وہ کمزور ضعیف الایمان نہیں تھے بلکہ وہ مخلص مومن تھے اور صاحب فضائل تھے یعنی ان فضیلتوں کے اہل تھے۔

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جنتی ہونا

صحابہ کرامؓ کے نمایاں فضائل ومناقب میں یہ امر بھی داخل ہے کہ تمام صحابہ قرآن مجید کی صریح نص کے مطابق جنتی ہیں۔ حضرت مولانا محمد نافع رحمہ اللہ نے اس امر کی وضاحت کے لیے متعلقہ آیات قرآنی اور ان کے تحت کبار مفسرین اور ائمہ دین کی تصریحات جمع کی ہیں۔ راقم نے ذیل میں ان آیات اور تصریحات کا ترجمہ اور انہیں ترتیب دینے کی کوشش کی ہے۔

ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْم بَعْدُ وَقٰتَلُوْا وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾ (سورۃ الحدید ۵۷:۱۰)

''اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ہو درآنحالیکہ آسمان اور زمین سب آخر میں اللہ ہی کے رہ جائیں گے۔ تم میں جو لوگ فتح (مکہ) سے قبل خرچ کر چکے اور لڑ چکے (وہ ان کے برابر نہیں جو بعد فتح لڑے اور خرچ کیا) وہ لوگ درجہ میں بڑھے ہوئے ہیں ان لوگوں سے جنہوں نے بعد کو خرچ کیا اور لڑے اور اللہ نے بھلائی کا وعدہ تو سب ہی سے کر رکھا ہے اور اللہ کو تمہارے اعمال کی پوری خبر ہے۔'' (ترجمہ از مولانا عبدالماجد دریابادی)

آیت درج بالا کا جملہ ''وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى'' (اور اللہ نے بھلائی کا وعدہ تو سب ہی سے کر رکھا ہے) زیر بحث موضوع سے متعلق ہے۔ اس میں ''الحسنٰی''

سے مراد اکثر مفسرین نے جنت لی ہے۔ تو اس جملے کا معنی ہوگا ''اور اللہ نے جنت کا وعدہ تو (فتح مکہ سے قبل اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے اور جہاد کرنے والے اور فتح کے بعد خرچ کرنے والے اور لڑنے والے) سب ہی سے کر رکھا ہے''۔ چنانچہ مشہور مفسر علامہ آلوسی اس جملہ کا معنی اور تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''وكلا اى كل واحد من الفريقين لا الاولين فقط وعد الله الحسنٰى اى المثوبة الحسنٰى وهى الجنة.''[1]

''اور آیت میں کُلًّا سے مراد ہے دونوں فریقین میں سے ہر ایک نہ کہ فقط اولین (فتح مکہ سے پہلے خرچ کرنے والے اور لڑنے والے) اور ''وعد اللہ الحسنٰی'' کا معنی ہے: اچھا ثواب اور وہ ہے جنت۔''

تفسیر جلالین میں ہے:

''وكلا اى كل واحد من الفريقين وعده الله الحسنٰى اى مثوبة الحسنٰى وهى الجنة مع تفاوت الدرجات.'' (تحت آیت)

''دونوں فریقین میں سے ہر ایک کے ساتھ اللہ نے الحسنٰی یعنی اچھے انجام کا وعدہ کر رکھا ہے اور وہ ہے جنت، درجات میں باہمی تفاوت (کمی بیشی) کے ساتھ۔''

قرآن مجید میں متعدد مقامات پر ''الحسنٰی'' کا اطلاق جنت پر پایا گیا ہے۔ یعنی الحسنٰی سے مراد جنت ہوتی ہے، مثلاً

۱. ﴿لَا يَسْتَوِى الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِى الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى﴾ (سورۃ النساء۴: ۹۵)

''اہل ایمان میں سے بے عذر (گھروں میں) بیٹھنے والے اور اللہ کی راہ میں

---

[1] تفسیر روح المعانی پارہ ۲۷ ص ۱۷۲ تحت آیت

اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ذریعے جہاد کرنے والے برابر نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ذریعے جہاد کرنے والوں کو بیٹھنے والوں پر ایک فضیلت دی ہے اور اللہ نے (دونوں فریقین میں سے) ہر ایک کے ساتھ جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔"

تفسیر مدارک اور تفسیر جلالین میں یہاں الحسنیٰ کا اطلاق جنت پر ہے۔

۲. ﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ.﴾ (سورۃ یونس ۱۰:۲۶)

"جن لوگوں نے بھلائی کی ان کے لیے (اللہ کی طرف سے سب سے اچھی بھلائی (جنت) ہے اور اس سے بھی زائد انعام (دیدارِ الٰہی) ہے۔

یہاں بھی صاحب مدارک اور صاحب جلالین نے الحسنیٰ سے مراد جنت لی ہے۔

۳. ﴿وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى لَاجَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ.﴾ (سورۃ النحل ۱۶:۶۲)

"اور ان (کفار) کی زبانیں جھوٹے دعوے کرتی ہیں کہ (اگر مرنے کے بعد اٹھنا حق ہے تو) ان کے لیے جنت ہے۔ حق یہ ہے کہ ان کے لیے (جہنم کی) آگ ہے۔"

اس آیت میں بھی مفسرین کے نزدیک سیاق وسباق سے الحسنیٰ کا معنی جنت ہونا واضح ہے۔

اسی طرح قرآن مجید میں کئی مقامات پر جنت کو الحسنیٰ کہا گیا ہے۔ اس کے بعد صاحب عقیدہ سفارینی نے مندرجہ ذیل ایک چیز ذکر کی ہے:

"قال ابن حزم الصحابة كلهم من اهل الجنة قطعاً قال الله تعالىٰ لَايَسْتَوِى مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ اُولٰئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى (سورة الحدید:۱۰) وقال تعالىٰ ان الذين سبقت لهم منا الحسنىٰ اولئك

عنها مبعدون وثبت ان جميعهم من اهل الجنة.“ [1]

”علامہ ابن حزم فرماتے ہیں کہ تمام صحابہ کرام قطعی طور پر جنتی ہیں جس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: تم میں سے جن لوگوں نے فتح (مکہ) سے پہلے اللہ کے راستے میں مال خرچ کیا اور جہاد کیا وہ فتح مکہ کے بعد والے لوگوں کے برابر نہیں ہو سکتے۔ وہ لوگ باعتبار درجہ کے ان لوگوں کے مقابلے میں بہت بڑے ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ کیا اور جنگ کی۔ اللہ تعالیٰ نے نیکی یعنی جنت کا وعدہ سب سے کیا ہے۔

مزید اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: بلاشبہ وہ لوگ جن کے لیے اچھائی (جنت) کا وعدہ ہماری جانب سے پہلے آ چکا ہے وہ دوزخ سے دور رکھے جائیں گے۔ پس ان آیات سے ثابت ہوا کہ وہ سب کے سب اہل جنت میں سے ہیں۔“

یہاں علامہ ابن حزم نے تمام صحابہ کرام کے جنتی ہونے پر قرآن مجید کی جس دوسری آیت سے استدلال کیا ہے، اس کا فارسی ترجمہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے درج ذیل الفاظ میں کیا ہے:

”ہر آئینہ آنانکہ سابقاً مقرر شد برائے ایشاں از جانب ما نیکوئی آنجماعۃ از دوزخ دور کردہ شوند۔“ (فتح الرحمن)

جب کہ شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ نے اس آیت کا اردو ترجمہ یوں کیا ہے:

”جن کو آگے ٹھہر چکی ہماری طرف سے نیکی وہ اس سے دور رہیں گے۔“

اسی طرح مولانا نانوتوی رحمہ اللہ نے آیت ہذا کا ترجمہ ان الفاظ میں کیا ہے:

”جن کے لیے ہمارے یہاں عمدہ مرتبہ مقرر ہو گئے ہیں وہ اس دوزخ سے دور رہیں گے۔“ [2]

---

[1] عقيدة السفارينى (لوائح الانوار الالهيه شرح الدرة المضية لشيخ محمد بن احمد السفارينى الحنبلى) تاریخ تالیف ۱۱۷۳ھ طبع اول ج ۲ ص ۳۷۲

[2] هدية الشيعه مولانا نانوتوی مرحوم ص ۸۲ تحت الآیۃ

یاد رہے علامہ ابن حزم رحمہ اللہ کی مذکورہ آیات قرآنی سے یہ تحقیق یا تمام صحابہ کرام کے جنتی ہونے پر استدلال الاصابہ لابن حجر (ج اول ص ۱۹) کے خطبۃ الکتاب میں درج ہے۔ علامہ نے نقل کر کے تصدیق کر دی ہے۔

مذکورہ آیات کے مطابق جب اللہ تعالیٰ نے تمام صحابہ سے جنت کا وعدہ فرما دیا تو صحابہ کے جنتی ہونے میں کسی قسم کا شبہ باقی نہیں رہ جاتا کیوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے ہرگز خلاف نہیں کرے گا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ﴾

"بے شک اللہ تعالیٰ (اپنے) وعدے کی خلاف ورزی نہیں فرمائے گا۔"

دوسری جگہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ﴾

"بے شک تو (اے اللہ) اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں فرمائے گا۔"

اسی طرح ارشادِ ربانی ہے:

﴿إِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ﴾

"بے شک اللہ کا وعدہ حق ہے۔"

تمام صحابہ کرامؓ کے جنتی ہونے پر شاہد مذکورہ آیاتِ قرآنی سے ضمناً یہ مسئلہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام متقی اور عادل و صالح ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ اللہ نے جنت کا وعدہ تمام کے ساتھ فرمایا ہے۔ یہ وعدہ فساق، فجار اور ظالموں کے ساتھ نہیں ہوتا۔ جب وعدہ صحیح ہے تو پھر جن سے وعدہ ہوا ہے وہ بھی صحیح ہیں، اچھے اور نیک ہیں۔ اب تاریخی روایات کے ذریعے یہ مجروح نہیں ہو سکتے۔ فافہم۔

تمام صحابہ کرامؓ کے جنتی ہونے کے ثبوت میں وہ حدیث صحیح بھی ملائی جا سکتی ہے جو صحیح بخاری جلد اول ص ۴۱۰ (کتاب الجہاد باب ما قیل فی قتال الروم) اور بخاری جلد اول ص ۳۹۱ (کتاب الجہاد باب الدعاء بالجہاد والشہادۃ) نیز صحیح مسلم جلد ثانی ص ۱۴۱-۱۴۲ (باب فضل الغزو فی البحر) میں مروی ہے۔ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کا

جناب نبوی میں سوال کرنا اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ

"اول جیش من امتی یغزون البحر قد اوجبوا......الخ"

اس لشکر میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ امیر جیش تھے۔ ان کی نگرانی میں یہ جنگ پیش آئی تھی۔ ۲۸ھ کا واقعہ ہے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت تھا اور قیادتِ لشکر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تھی۔ [1]

آیات بالا اور اس حدیث سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا جنتی ہونا یقینی طور پر ثابت ہوا۔ الحمد للہ۔

سورۃ الحدید کی مذکورہ بالا آیت (لایستوی منکم من انفق...... وکلا وعد اللہ الحسنیٰ) سے استشہاد کرتے ہوئے صاحب تفسیر مظہری قاضی ثناء اللہ پانی پتی یہ بھی فرماتے ہیں کہ

"لا یحل الطعن فی احد منھم ولا بُدّ حمل مشاجراتھم علی محامل حسنۃ واغراض صحیحۃ او خطأ فی الاجتھاد." (تفسیر مظہری تحت آیت)

مطلب یہ ہے کہ "قبل الفتح وبعد الفتح والے حضرات میں سے کسی ایک کے حق میں بھی طعن و تشنیع کرنا جائز نہیں اور ان کے مشاجرات (باہم جھگڑوں) کے محامل بہتر وعمدہ بنائے جائیں (قبیح محمل نہ بنائیں) ان کے افعال ہذا کو اغراض صحیحہ پر محمول کریں فاسد اغراض پر حمل نہ کریں یا پھر ان مشاجرات کو ان کی خطائے اجتہادی قرار دیں۔"

خیرالقرون کے ائمہ مجتہدین اور محدثین کا تمام صحابہؓ کی روایات پر اعتماد

اہل علم جانتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں سیاسی اختلاف اور نزاع کے دوران صحابہ کرام تین گروہوں میں بٹ گئے تھے۔

---

[1] ملاحظہ ہو: البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۲۹؛ تاریخ خلیفہ ابن خیاط ج ۱ ص ۱۳۵ تحت سن ۲۸ھ وغیرہ وغیرہ

ایک گروہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دوسرا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا جب کہ تیسرا گروہ غیر جانب دار تھا۔ خیر القرون کے محدثین اور مجتہدین نے ہر گروہ کے صحابہ سے روایات کو قبول کیا ہے۔ اس حوالے سے مولانا محمد نافع صاحب رحمہ اللہ نے برصغیر کے معروف صوفی حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہید رحمہ اللہ کا ایک قول نقل کیا ہے۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں:

"......در وقت نزاع عسکرین (علوی و اموی) حضرات صحابہؓ سہ فرقہ شدہ بودند جماعت اول جانب جناب خلیفۂ برحق علیؓ بن ابی طالب گرفتند و جماعت دوم بطرف امیر شامؓ رفتند وفرقہ سوم توقف نمودند و شک نیست کہ محدثان و مجتہدانِ آن قرون در اخذ حدیث بر مرویات ہر سہ فرقہ وثوق مساوی داشتند اگر احدی را ازین فرقہ ثلثہ مطعون بکفر وفسق میدانستند قبول روایات ازاں فرقہ نمیکردند و بنا اجتہاد و استنباط بران نمیگذاشتند واگر طعن در شان آنہا روا دارند ملت دین اسلام برہم میخورد پس در کف لسان از مطاعن آنہا حکمت دینی ست وحرمت صحبت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام۔" ❶

"دونوں لشکروں (علوی و اموی) کی لڑائی کے وقت حضرات صحابہ کرام کی تین جماعتیں بن گئی تھیں۔ ایک جماعت خلیفۂ برحق حضرت علی بن ابی طالب کی طرف دار، دوسری جماعت امیر شام (حضرت امیر معاویہ) کی طرف اور تیسری جماعت نے توقف سے کام لیا (کسی کی طرف داری نہ کی) اور اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ ان زمانوں کے محدثین اور مجتہدین ہر تین جماعتوں سے مروی احادیث اخذ کرنے پر برابر وثوق و اعتماد کرتے ہیں۔ اگر وہ ان میں سے کسی ایک جماعت کو بھی کفر اور فسق سے مطعون کرنا جائز سمجھتے

---

❶ کلمات طیبات ص ۳۰-۳۱ تحت مکتوب ہفتد ہم۔ طبع مجتبائی دہلی از مرزا مظہر جانِ جاناں شہیدؒ

تو اس فرقہ کی روایات کو قبول کرتے نہ ان روایات پر اپنے اجتہاد و استنباط کی بنیاد رکھتے۔ اگر وہ ان کی شان میں طعن کو روا جانتے تو دین اسلام درہم برہم ہو جاتا۔ پس ان تمام صحابہ کے مطاعن سے کف لسان کرنے میں ہی دین کی حکمت اور خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی حرمت ہے۔"

عہود و وصایائے نبوی برائے صحابہ کرامؓ

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض مواقع پر بعض حکمتوں اور مصلحتوں کے مدنظر چند مخصوص صحابہ کرامؓ سے چند مخصوص چیزوں کا عہد لیا یا ان صحابہ کرامؓ نے خود نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی عہد کیا۔ اسی طرح بعض مواقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ صحابہ کرامؓ کو چند وصیتیں بھی فرمائیں۔ ہمارے ممدوح حضرت مولانا محمد نافع صاحب رحمہ اللہ نے عام استفادہ، تعلیم و تربیت اور اصلاحِ امت کے نقطۂ نظر سے ''عہود و وصایا'' کے عنوان سے ان عہود و وصایا پر مشتمل روایات کو مستند ماٰخذ سے جمع کیا ہے۔ آئندہ سطور میں ان روایات کا اردو ترجمہ اور انہیں ترتیب دینے کی کوشش کی گئی ہے۔

حضرت حکیم بن حزام اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی سے سوال نہ کرنے کا عہد

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں۔ انہوں نے ایک موقعہ پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عہد کیا تھا کہ وہ آئندہ کسی آدمی سے بھی سوال نہیں کیا کریں گے۔ انہوں نے یہ عہد کس طرح نبھایا؟ اس ایمان افروز اور اطاعت و محبت نبوی کے شاہ کار واقعہ کی تفصیل اور اس سے قبل ان کا مختصر تعارف مولانا محمد نافع صاحب رحمہ اللہ کے الفاظ میں قدرے رد و بدل کے ساتھ درج ذیل ہے:

حضرت حکیم بن حزام بن خویلد ام المومنین سید خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے تھے۔ انہیں حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی طرح خانہ کعبہ میں پیدا ہونے کا منفرد اعزاز بھی حاصل تھا۔ ساداتِ قریش میں سے تھے۔ علاوہ ازیں

"کان صدیق النبی صلی الله علیه وسلم قبل البعث وکان یوده و یحبه بعد البعثة ولکنه تاخر اسلامه حتی اسلم عام الفتح."

"وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے (آپ کی) بعثت سے قبل بھی دوست تھے اور بعثت (اعلانِ نبوت) کے بعد بھی آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم سے دلی مودت و محبت رکھتے تھے۔ لیکن بوجوہ ان سے اسلام قبول کرنے میں تاخیر ہوئی یہاں تک کہ وہ فتح مکہ کے سال اسلام لے آئے۔"

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی یہ دوستی اور اسلام کے لیے ان کا نرم گوشہ فتح مکہ دن صرف ان کے لیے کام نہیں آیا بلکہ تمام اہل مکہ کے کام آیا۔ چنانچہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا:

"من دخل دار حکیم فهو آمن."

"جو آدمی حضرت حکیم (بن حزام) کے گھر میں داخل ہو جائے تو اسے بھی جان کی امان حاصل ہوگی۔"

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت حکیم بن حزام کے ایک عہد کا واقعہ خود ان کی زبانی بخاری شریف میں درج ہے۔ کہتے ہیں:

"میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں (مال کا) سوال کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرما دیا۔ پھر میں نے دوبارہ سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ عنایت فرما دیا۔ پھر میں نے سہ بارہ سوال کیا تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے سہ بارہ بھی عنایت فرما دیا۔ پھر آپ نے (شاید میری اس مالی حرص کو دیکھتے ہوئے) دنیا کے مال کی اصلیت وحقیقت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"یا حکیم ان هذا المال خضرة حلوةٌ فمن اخذه بسخاوة نفس بورک له فیه ومن اخذه باشراف نفس لم یبارک له فیه وکان

كالذي ياكل ولا يشبع. اليد العليا خير من الله السفلى."

"اے حکیم بے شک یہ مال بظاہر سرسبز و شاداب (دل کو لبھانے والا) اور بڑا میٹھا ہے تو جو آدمی اسے نفس کی سخاوت کے ساتھ حاصل کرتا ہے تو اس کے لیے اس مال میں برکت دی جاتی ہے اور جو آدمی اسے نفس کے لالچ کے ساتھ حاصل کرتا ہے تو اس کے لیے اس مال میں برکت نہیں دی جاتی اور وہ آدمی اس شخص کی مانند ہو جاتا ہے جو کھاتا ہے مگر سیر نہیں ہوتا۔ (یاد رکھو) اوپر والا (دینے والا) ہاتھ نیچے والے (لینے والے) ہاتھ سے کہیں بہتر ہے۔"

زبانِ نبوت سے دنیوی مال و متاع کی حقیقت اور حکمت بھری بات سن کر حضرت حکیم نے عرض کی:

"يارسول الله! والذى بعثك بالحق لا ارزأ احدا بعدك شيئاً حتى افارق الدنيا."❶

"اے اللہ کے رسول! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، آئندہ آپ کے بعد کسی سے بھی کوئی چیز نہیں مانگوں گا حتی کہ میں اس دنیا سے چلا جاؤں۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیے گئے اس عہد کو انہوں نے کس کمال استغنائے نفس سے نبھایا، اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں انہیں بیت المال میں سے (دیگر صحابہ کی طرح) کچھ عطایا دینے کے لیے بلایا کرتے تو یہ قبول کرنے سے انکار فرما دیتے تھے۔ (مبادا ظاہر قول نبوت کے خلاف ہو جائے یا نفس کو آہستہ آہستہ اس طرح لینے کی عادت ہو جائے)۔ پھر حضرت

---

❶ مشکوۃ ج ۱ ص ۱۶۲

عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے زمانۂ خلافت میں انہیں بلا کر بیت المال سے ان کا حق دینا چاہتے تھے تو یہ انکار ہی کر دیتے تھے۔ تو یہ صورتِ حال دیکھتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ مسلمانوں کے مجمع کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"یامعشر المسلمین انی اشهدکم علی حکیم انی اعرض علیه حقه من هذا الفیئ فیأبی ان یأخذه."

اے مسلمانوں کی جماعت! میں تم سب کو حکیم بن حزام کے متعلق اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ میں اس مال فے میں سے ان کا حق ان کی خدمت میں پیش کرتا ہوں مگر یہ اسے لینے سے انکار کر دیتے ہیں۔

مگر حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیے گئے اس عہد پر قائم رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں سے کسی بھی آدمی سے کبھی کچھ نہ مانگا حتیٰ کہ اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔

"فلم یرزأ حکیم احداً من الناس بعد رسول الله صلی الله علیه وسلم حتی توفی."[1]

درج بالا واقعہ درج کرنے کے بعد حضرت مولانا محمد نافع صاحب بطور فائدہ لکھتے ہیں:

"فائدہ: حقیقت میں یہی وجہ ہے کہ آج کل ہم لوگوں کے اموال میں برکت نہیں ہوتی کہ لالچ وطمع میں گھرے رہتے ہیں۔"

حضرت ابوذر غفاریؓ کو کسی سے سوال نہ کرنے کی ہدایت نبویؐ

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کو کسی سے سوال نہ کرنے کی تلقین فرمائی اسی طرح ایک مرتبہ اپنے جلیل القدر صحابی حضرت ابوذر

[1] صحیح بخاری (باب استعفاف عن المسئلة) ج ا ص ۱۹۹

غفاری رضی اللہ عنہ کو بھی کسی سے سوال نہ کرنے کی ہدایت فرمائی۔ ہمارے ممدوح حضرت مولانا محمد نافع صاحب نے ابوذر غفاری کا اجمالی تعارف اور مذکورہ ہدایت نبوی درج کی ہے۔ راقم ذیل میں الفاظ کے قدرے رد و بدل اور اضافے کے ساتھ اس تعارف و ہدایت کو درج کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا شمار کبار اور زہاد صحابہ میں ہوتا ہے۔ وہ مکہ مکرمہ میں بالکل ابتداء میں ہی اسلام لے آئے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ پانچویں خوش نصیب تھے جنہوں نے اسلام قبول کیا۔ غزوہ خندق کے بعد مدینہ منورہ پہنچے۔ حد درجہ فقر و درویشی اور زہد و تقشّف پسند طبیعت کے باعث ضرورت سے زیادہ مال و دولت اپنے پاس جمع رکھنے کے بالکل قائل نہ تھے۔ چاہتے تھے کہ دوسرے مسلمان بھی اسی نقطۂ نظر کو اپنا لیں، جس سے کئی اہل مدینہ سے ان کا اختلاف واقع ہوا۔ اس شدت کو دیکھتے ہوئے خلیفۃ المسلمین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے انہیں مدینہ منورہ سے کوئی تین دن کی مسافت پر ربذہ نامی بستی میں رہائش اختیار کرنے کی ہدایت فرمائی جہاں ان کا ۳۲ھ میں انتقال ہو گیا۔

ان حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے مشکوٰۃ المصابیح میں یہ روایت منقول ہے، فرماتے ہیں:

"دعانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو یشترط علی ان لا تسئل الناس شیئاً قلت نعم ولا سوطک ان سقط منک حتی تنزل الیہ رواہ احمد."[1]

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا اور آنجناب نے مجھ سے یہ شرطیہ عہد لیا کہ تم لوگوں سے کبھی کسی چیز کا سوال نہیں کرو گے۔ میں نے عرض کیا ہاں (میں اس شرط اور عہد کو قبول کرتا ہوں) (اس کے بعد آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا کہ) اگر سواری پر بیٹھے ہوئے تمہارے ہاتھ سے تمہارا کوڑا اگر

[1] مشکوٰۃ المصابیح باب عدم حلۃ صدقۃ

جاتا ہے تو تم وہ بھی کسی کو اٹھا کر پکڑا دینے کا نہیں کہو گے حتی کہ خود سواری سے اتر کر اسے اٹھا لو۔ (چنانچہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس عہد کو نبھایا اور کبھی کسی سے سوال نہ کیا۔"

امام احمد نے اپنے اسناد کے ساتھ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

"یارسول الله! اوصنی فقال: اتق الله حیث ما کنت قال زدنی قال اتبع السیئة الحسنة تمحها قال زدنی قال خالق الناس بخلق حسن." [1]

"اے اللہ کے رسول! آپ مجھے (کوئی) وصیت فرمایئے، آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ سے ڈرتے رہو جہاں کہیں بھی تم ہو۔ انہوں نے عرض کیا اس وصیت میں میرے لیے مزید اضافہ فرمایئے، فرمایا: برائی (اگر بتقاضائے بشریت سرزد ہو جائے تو اس) کے بعد نیکی کرو۔ یہ نیکی اس برائی کو مٹا دے گی۔ انہوں نے عرض کیا میرے لیے مزید کوئی وصیت۔ فرمایا: تمام لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق کے ساتھ پیش آیا کرو۔"

اسی طرح مسند احمد کے حوالے سے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ

"اوصانی رسول الله صلی الله علیه وسلم بعشر کلمات قال لاتشرک بالله شیئا و ان قتلت وحرقت ولا تعقن والدیک و ان امراک ان تخرج من مالک وا هلک ولا تترکن صلوٰة مکتوبة متعمدا فان من ترک صلوٰة مکتوبة متعمدا فقد برأت منه ذمة الله ولا تشربن خمراً فانه رأس کل فاحشة وایاک والمعصیة فان المعصیة یحل سخط الله وایاک والفرار من الزحف وان هلک الناس و اذا اصاب الناس موت وانت فهم فاثبت وانفق

[1] البدایہ والنہایہ لابن کثیر ج ۵ ص ۱۰۱

علی عیالک من طولک ولا ترفع عنهم عصاک ابداً واخبهم فی الله عز و جل.» [1]

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دس کلمات (چیزوں) کی وصیت (نصیحت) فرمائی، فرمایا:

۱۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرانا چاہے تو قتل کر دیا اور جلا دیا جائے۔

۲۔ اپنے والدین کی نافرمانی نہ کرنا چاہے وہ تمہیں تمہارے مال اور اہل و عیال سے دست بردار ہونے کا حکم دیں۔

۳۔ جان بوجھ کر فرض نماز نہ چھوڑنا کیوں کہ جس آدمی نے جان بوجھ کر فرض نماز چھوڑی تو اللہ تعالیٰ اس سے بری الذمہ ہو گیا۔

۴۔ شراب ہرگز نہ پینا کیوں کہ وہ برائی کی جڑ ہے۔

۵۔ اللہ کی نافرمانی سے بچتے رہنا کیوں کہ نافرمانی اللہ کی ناراضگی کا مستحق بنا دیتی ہے۔

۶۔ میدانِ جنگ میں سے لشکر سے بھاگ جانے سے بچنا چاہے سارے لوگ (لشکری) ہلاک ہو جائیں۔

۷۔ جب تمام لوگوں کو (وبا وغیرہ میں) موت آجائے اور تو ان کے درمیان موجود ہو تو ثابت قدم رہنا (موت سے ڈر کر بھاگنا نہیں)۔

۸۔ اپنی مالی وسعت کے مطابق اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتے رہنا۔

۹۔ البتہ انہیں ادب و اخلاق سکھانے کی خاطر ان سے اپنے ڈنڈے کو اٹھا نہ لینا۔

۱۰۔ اور اللہ کے لیے ان سے محبت سے پیش آتے رہنا۔''

---

[1] البدایہ والنہایہ لابن کثیر ج ۵ ص ۱۰۱

اسی طرح امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ایک اور موقعہ پر معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے لیے وصیت ونصیحت نبوی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

"معاذ بن جبل لما بعثه رسول الله صلى الله عليه وسلم الى اليمن خرج معه يوصيه ومعاذ راكب و رسول الله صلى الله عليه وسلم يمشي تحت راحلته فلما فرغ قال يامعاذ انک عسى ان لاتلقاني بعد عامي هذا ولعلک ان تمر بمسجدي هذا وقبري. فبكى معاذ خشعا لفراق رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم التفت بوجهه نحو المدينة فقال ان اولى الناس بى المتقون من كانوا وحيث كانوا." ❶

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف (قاضی، معلم بنا کر) بھیجا تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ باہر نکلے اور انہیں وصیت (نصیحت) فرمانے لگے اس حال میں کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سوار تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سواری کے ساتھ ساتھ پیدل چل رہے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضروری وصایا (نصائح) سے فارغ ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے معاذ! عین ممکن ہے میرے اس سال کے بعد تم مجھ سے ملاقات نہ کرسکو اور شاید آئندہ تمہارا میری اس مسجد اور میری قبر کے پاس سے گزر ہو۔ تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق کے غم میں رونے لگے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کی طرف واپس چل پڑے اور فرمایا (پریشان نہ ہوں) بے شک وہ لوگ (میری وفات کے بعد بھی) میرے قریب ہوں گے جو متقی (تقویٰ شعار) ہوں گے چاہے وہ جو ہوں اور جہاں بھی ہوں۔"

یمن روانہ ہوتے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو جو

❶ مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۴۵-۴۴۶، بدایہ بحوالہ مسند احمد ج ۵ ص ۱۰۰

بطور خاص وصیت فرمائی اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے حضرت معاذ بن جبل فرماتے ہیں:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف تصنع ان عرض لک قضاء، قال اقضی بما فی کتاب اللہ قال فان لم یکن فی کتاب اللہ قال بسنة رسول اللہ قال فان لم یکن فی سنة رسول اللہ قال اجتهد رای و لآ الو قال فضرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صدری ثم قال الحمد للہ الذی وفق رسول رسول اللہ لما یرضی رسول اللہ." [1]

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مجھ سے) پوچھا: تمہارے پاس جب کوئی مقدمہ آئے تو اس کا فیصلہ کیسے کرو گے؟ انہوں نے عرض کیا: میں کتاب اللہ میں جو کچھ ہے اس کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ مسئلہ کتاب اللہ میں موجود نہ ہوا تو کیا کرو گے؟ انہوں نے عرض کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ فرمایا: اگر وہ مسئلہ سنت رسول اللہ میں نہ ہوا تو کیا کرو گے؟ انہوں نے عرض کیا میں اجتہاد سے کام لوں گا اور اس سلسلے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھوں گا۔ کہتے ہیں یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے میرے سینے پر تھپکی دیتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے اللہ کے رسول کے رسول (نمائندے) کو اس بات کی توفیق دی جو رسول اللہ کو پسند ہے۔"

وصیت نبوی برائے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (مجھ سے) فرمایا:

"یا علی لا تؤخر الصلوٰة اذا اتت والجنازة اذا حضرت والایم اذا

---

[1] مسند احمد تحت مرویات معاذ بن جبل ج ۵ ص ۲۳۰، بدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۱۰۳

وجدت لها كفوا."

"اے علی! جب نماز کا وقت ہو جائے تو کبھی نماز پڑھنے میں تاخیر نہ کرنا اور جب جنازہ آ جائے (کوئی آدمی فوت ہو جائے) تو اس کی نماز جنازہ میں تاخیر نہ کرنا اسی طرح غیر شادی شدہ خاتون کے جوڑ کا جب کوئی رشتہ مل جائے تو اس کی شادی کرنے میں بھی تاخیر نہ کرنا۔"

تذکار حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ

قدیم الاسلام صحابی اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے سگے چچا زاد بھائی حضرت جعفر طیار بن ابی طالب کی زندگی کے چند درخشاں اور نمایاں گوشوں سے متعلق حضرت مولانا محمد نافع صاحب نے مستند مآخذ سے معلومات جمع کی ہیں۔ ذیل میں ان معلومات پر مشتمل روایات کا ترجمہ اور انہیں ترتیب دینے کی کوشش کی گئی ہے۔

حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے عمر میں دس سال بڑے تھے۔ اور حضرت عقیل حضرت جعفر سے دس سال بڑے جب کہ طالب عقیل سے دس سال بڑے تھے۔ حضرت جعفرؓ بالکل ابتدائے اسلام میں ہی پچیس تیس آدمیوں کے اسلام لانے کے بعد اسلام لائے تھے۔ صورت اور سیرت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔

حضرت جعفرؓ اور ہجرتِ حبشہ

ابتدائے اسلام میں اہل مکہ کے مظالم سے بچنے اور اپنے دین کے بچاؤ کے لیے مسلمانوں نے دو بار مکہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کی (جس کی تفصیل کا یہ موقعہ نہیں۔ کتب سیرت میں یہ تفصیل دیکھی جا سکتی ہے) دوسری بار ہجرت کا واقعہ ہے کہ جب مسلمان ملک النجاشی کے ملک (حبشہ) میں پہنچے تو کفار نے ان کے تعاقب میں عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ربیعہ وغیرہ کو اپنے مذموم مقاصد کے تحت حبشہ بھیجا۔ انہوں نے ملک النجاشی کے پاس ان مسلمانوں کی شکایت کی۔ نجاشی نے اصل صورتِ حال معلوم کرنے کے لیے مسلمانوں کو دربار میں بلایا۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے نمائندے کے طور پر نجاشی کے سوالات کا جواب دیا۔ نجاشی نے پوچھا:

"ما هذا الدين الذى انتم عليه؟ فارفتم دين قومكم؟"

''یہ دین جس پر تم لوگ قائم ہو، کیا ہے؟ جس کی بنیاد پر تم نے اپنی قوم کا دین چھوڑ دیا؟''

اس سوال کا جواب دینے اور اپنے دین اور دینی تعلیمات و اخلاقیات کا تعارف کراتے ہوئے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے انتہائی بلیغ انداز میں فرمایا:

"ایها الملک! كنا قوماً على الشرک نعبد الاوثان ونا كل الميتة ونسى الجوار يستحل المحارم بعضنا من بعض فى الدماء وغيرها ...... فبعث الله الينا نبيا من انفسنا نعرف وفاء ه وصدقه وامانته فدعا الى الله لنوحده ونعبده ...... وامرنا بصدق الحديث و اداء الامانة وصلة الارحام وحسن الجوار والكف عن المحارم والدماء ونهانا عن الفواحش و قول الزور واكل مال اليتيم وقذف المحصنة."

''اے بادشاہ! ہم شرک پر قائم لوگ تھے۔ ہم بتوں کی پوجا کرتے تھے، مردار کھاتے تھے، پڑوسیوں کے ساتھ برا سلوک کرتے تھے اور خون وغیرہ کے معاملے میں ہمارے طاقت ور لوگ دوسرے کمزور لوگوں پر زیادتی کے مرتکب ہوتے تھے...... کہ اس دوران اللہ تعالیٰ نے ہماری قوم میں سے ہی ایک آدمی کو نبی بنا کر بھیجا جس کی قوم کے ساتھ وفاداری، اس کی صداقت اور اس کی امانت کو ہم اچھی طرح جانتے ہیں۔ اس نبی نے ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے ہوئے کہا کہ ہم اس کی توحید (وحدانیت) کا عقیدہ رکھیں اور صرف اسی کی عبادت کریں...... اور اس نے ہمیں حکم دیا سچ بولنے کا، امانت کی ادائیگی کا، صلہ رحمی کا، پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کا، حرام کے ارتکاب اور خون ریزی سے رکنے کا اور اس نے ہمیں روکا بے حیائی (کے کاموں اور

باتوں) سے، جھوٹی بات سے، یتیم کا مال کھانے سے اور پاک دامن عورت پر تہمت لگانے سے۔''

پیغمبر اسلام کی یہ تعلیمات حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی زبانی سن کر نجاشی نے پوچھا:

''هل معک شی مما جاء به؟''

''وہ پیغمبر جو قرآن لایا ہے کیا اس میں سے کوئی چیز تمہارے ساتھ ہے؟''

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نعم (ہاں) اور پھر اس کے سامنے سورۃ مریم کی ابتدائی آیات کی تلاوت فرمائی۔ تلاوت سن کر نجاشی پر رقت طاری ہوگئی اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے حتیٰ کہ اس کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ پھر اس نے کہا بے شک یہ کلام اسی چراغ دان سے نکلا ہے جس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کلام لے کر آئے تھے۔ بعدازیں اس نے کفار مکہ کے نمائندوں سے کہا: تم لوگ چلے جاؤ میں ان مسلمانوں کو تمہارے پاس واپس نہیں لوٹاؤں گا۔ [1]

حضرت جعفرؓ حبشہ سے مدینہ منورہ میں فتح خیبر کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرطِ محبت سے انہیں گلے لگایا اور پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا:

''وما ادری بایهما انا اشد فرحا بقدوم جعفر ام بفتح خیبر.''

''میں نہیں جان پا رہا کہ میں دو چیزوں میں سے کس پر زیادہ خوش ہوں۔ جعفر کی آمد پر یا خیبر کی فتح پر۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جعفر اور ان کے ساتھ حبشہ سے آنے والے دیگر مہاجرین کو غزوہ خیبر سے حاصل ہونے والے مالِ غنیمت سے حصہ عنایت فرمایا حالانکہ دوسرے ان لوگوں کو اس مال غنیمت سے کوئی حصہ نہیں دیا گیا تھا جو اس غزوہ میں شامل نہیں ہوئے تھے۔

---

[1] البدایہ والنہایہ لابن کثیر ج ۳ ص ۴۷

حضرت جعفر السابقون الاولون میں سے ہونے، دو ہجرتوں (ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ) کا اعزاز حاصل ہونے اور خاندانی اعتبار سے بنوہاشم اور خاندان نبی کا ایک نمایاں فرد ہونے کے باوجود فقراء و مساکین سے محبت رکھتے تھے۔ ان کے پاس بیٹھتے اور ان کی خدمت کرتے۔ ان کی اس تواضع اور انکساری کو دیکھتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ''ابوالمساکین'' کی کنیت عطا فرمائی۔

چنانچہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''وکان ینقلب بنا فیطعمنا ماکان فی بیته حتی ان کان لیخرج الینا العکة التی لیس فیها شئ فیشقها فنلعق ما فیها.'' (صحیح بخاری باب مناقب جعفر)

''وہ ہمارے پاس آتے جاتے تھے۔ ان کے گھر میں جو کچھ موجود ہوتا تھا وہ ہمیں کھلا دیتے، حتی کہ وہ ہمارے پاس گھی کا وہ ڈبہ بھی لے آتے جس میں کوئی چیز نہ ہوتی (بالکل خالی ہوتا) پھر اسے توڑ کر ہمارے سامنے کر دیتے تو ہم لوگ جو کچھ اس کے اندر لگا ہوتا اسے چاٹ لیتے۔''

۸ھ میں جنگ موتہ پیش آئی۔ اس جنگ کے لیے بھیجے گئے لشکر (مجاہدین) کا سپہ سالار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ کو مقرر فرمایا۔ شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نورِ نبوت سے مشاہدہ فرما رہے تھے کہ حضرت زید اس جنگ میں شہید ہوں گے۔ اس لیے فرمایا: اگر زید شہید ہو جائیں تو حضرت جعفر امیر لشکر ہوں گے۔ اور اگر وہ بھی شہادت پالیں تو پھر عبداللہ بن رواحہ امیر لشکر بنائے جائیں اور اگر عبداللہ بن رواحہ بھی جام شہادت نوش کر لیں تو تم لوگ جس کو مناسب خیال کرو اسے اپنا امیر لشکر منتخب کر لینا۔

چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اندیشہ کے مطابق حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جنگ میں شہید ہو گئے۔ اور ہدایت نبوی کے مطابق حضرت جعفر رضی اللہ عنہ امیر لشکر

قرار پائے۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے جب محسوس کیا کہ دشمن غلبہ پا رہا ہے تو آپ نے اپنے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دیں تا کہ میدانِ جنگ سے راہِ فرار اختیار کرنے کا خیال ہی ذہن سے نکل جائے۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ پہلے آدمی ہیں جنہوں نے اللہ کے راستے میں اپنے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دیں۔ مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے شہادت پر فائز ہو گئے۔ اس لڑائی میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے جسم پر نوے سے زیادہ تلوار کے زخم آئے جن میں سے چون زخم سامنے سے اپنے سینے پر کھائے اور آپ کے دونوں ہاتھ بھی کاٹ دیے گئے۔ ان دونوں ہاتھوں کے بدلے جنت میں اللہ تعالیٰ نے انہیں دو پر عنایت فرما دیے جن کے ذریعے وہ جہاں چاہتے ہیں اڑ کر چلے جاتے ہیں۔ اسی لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں طیار کا لقب دیا۔ (الاصابہ)

اس جنگ میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حکم نبوی کے مطابق عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ امیر لشکر مقرر ہوئے وہ بھی شہید ہو گئے تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ امیر لشکر بنائے گئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کمال جرأت و بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے جنگ کا پانسہ پلٹ دیا۔ وہ خود فرماتے ہیں:

"دق فی یدی یوم موتة تسعة اسیاف." (بخاری باب غزوة موته)

"جنگ موتہ کے روز میرے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹیں۔"

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نورِ نبوت سے سیکڑوں میل کی مسافت پر مدینہ منورہ میں بیٹھے ہونے کے باوجود مذکورہ جنگ کی ساری صورتِ حال ملاحظہ فرما رہے تھے چنانچہ

"نعی رسول الله صلی الله علیه وسلم زید بن حارثه و جعفر و ابن رواحه للناس قبل ان یأتیهم خبرهم فقال اخذ الرأیة فاصیب ثم فثم وعیناه تذر فان حتی اخذ الرأیة سیف من سیوف الله حتی فتح الله علیهم." (صحیح بخاری)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ، جعفر بن ابی طالب اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کی شہادت کی خبر لوگوں کو دی قبل اس کے کہ ان کی موت کی خبر باقاعدہ ان کے پاس آ جاتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بتایا: جھنڈا زید بن حارثہ نے پکڑا وہ شہید ہو گئے تو جعفر نے پھر عبداللہ بن رواحہ نے۔ یہ بتاتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بھی بہہ رہے تھے۔ یہاں تک کہ اسلام کا جھنڈا اللہ کی تلواروں میں ایک تلوار (خالد بن ولید) نے اپنے ہاتھ میں لیا اور اللہ نے دشمن کے مقابلے انہیں فتح عنایت فرمائی۔''

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ محترمہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں آٹا گوندھ چکی تھی اور بچوں کو نہلا دھلا کر کپڑے پہنا رہی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے غریب خانہ پر تشریف لائے اور فرمایا: جعفر کے بچوں کو میرے پاس لاؤ۔ میں نے بچوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تو آپ آبدیدہ ہو کر انہیں پیار فرمانے لگے۔ میں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہوں آپ آبدیدہ کیوں ہو رہے ہیں؟ کیا کوئی خبر جعفر اور ان کے ساتھیوں کی آئی ہے؟ فرمایا وہ شہید ہو گئے...... بعد ازاں اپنی ازواج مطہرات سے فرمایا: آلِ جعفر کا خیال رکھنا آج وہ غم میں بے ہوش ہیں۔ [1]

حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کی بیوہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا نکاح شوال ۸ھ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ جن سے ایک بیٹا محمد پیدا ہوا (محمد بن ابی بکر)۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات (۱۳ھ) پر ان کی وصیت کے مطابق انہیں غسل بھی ان کی بیوہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے دیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا اور ان سے یحییٰ نامی ایک بیٹا پیدا ہوا (یحییٰ بن علی بن ابی طالب)۔ محمد بن

[1] اسد الغابہ، معین الدین ندوی، سیر الصحابہ (مہاجرین) حصہ اول ص ۱۱۴

ابی بکر کی تربیت بھی حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے ہی فرمائی۔

عامر شعبی کا بیان ہے کہ جب حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا تو ایک دن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے دونوں بیٹے محمد بن جعفر اور محمد بن ابی بکر ایک دوسرے پر فخر کرنے لگے۔ دونوں میں سے ہر ایک کا دعویٰ تھا:

"انا اکرم منک وابی خیر من ابیک."

''میں تجھ سے زیادہ معزز ہوں اور میرے باپ تیرے باپ سے زیادہ بہتر ہیں۔''

تو حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے اسماء رضی اللہ عنہا سے کہا: تم ان دونوں کے درمیان فیصلہ کرو۔ انہوں نے دونوں بیٹوں کے مذکورہ تنازع کا متوازن فیصلہ کرتے ہوئے کہا:

"مارأیت شابا من العرب خیرا من جعفر ولا رأیت کھلا خیر من ابی بکر."

''میں نے جعفر سے اچھا کوئی عرب کا جوان نہیں دیکھا اور نہ ابوبکر سے زیادہ کوئی ادھیڑ عمر کا (آدمی دیکھا ہے)۔''

یہ عقل مندانہ اور منصفانہ جواب سن کر حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے کہا: تو نے ہمارے لیے بولنے کی کوئی گنجائش ہی نہیں چھوڑی۔ اور اگر تم اس کے سوا کوئی جواب دیتیں ...... تو میں ناراض ہوتا۔ [1]

حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے تین بیٹے تھے: محمد، عبداللہ اور عون۔ تینوں بھائیوں میں حضرت عبداللہ بڑے سخی تھے۔ اسی سخاوت کے باعث ''قطب السخاء'' کے لقب سے مشہور تھے۔ انہوں نے ایک شخص کی سفارش حضرت

[1] طبقات ابن سعد ج ۸

علی رضی اللہ عنہ سے کی اور اس کا کام ہو گیا تو اس نے چالیس ہزار درہم کا نذرانہ پیش کیا۔
اس پر آپ نے فرمایا:

"انا لا نبیع معروفا."

"ہم نیکی فروخت نہیں کیا کرتے۔"

صحابہ کرامؓ کی خوشی کے موقعہ کی رسمیں

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرامؓ کی کچھ اس طرح تربیت اور ذہن سازی فرمائی کہ ان کی زندگی کے ہر معاملے میں دین کا رنگ غالب آگیا۔ حتی کہ شادی اور بچوں کی ولادت جیسے خوشی کے مواقع پر جب کہ لوگ عام طور پر دینی ہدایت و تعلیمات کو پس پشت ڈال دیتے ہیں، وہ دین اور اللہ و رسول کو نہیں بھولا کرتے تھے۔

ہمارے ممدوح حضرت مولانا محمد نافع صاحب کی ذات اور سوچ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ اس لیے وہ صحابہ کرام کے فضائل و مناقب، خدماتِ اسلام اور عظمت و شان کے علاوہ ان کی صفات، عادات، اخلاقیات اور چھوٹی چھوٹی خوبیوں کو حدیث، سیرت، تاریخ، رجال کی کتابوں سے ڈھونڈ لیتے ہیں۔

حضرت مولانا نے اپنے طبعی ذوق کے مطابق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں بیٹیوں کی شادی یا رخصتی اور بچوں کی ولادت کے موقع پر اہل مدینہ کی دو ایمان افروز رسمیں تلاش کی ہیں۔ ذیل میں ہم ان قابل تقلید رسموں کی تفصیل درج کر رہے ہیں۔

لڑکیوں کی رخصتی کے موقعہ کی رسم

”عن مغيرة عن ام سلمة قالت كانت لاتزف بالمدينة جارية الى زوجها حتى يمر بها في المسجد فتصلى فيه (قال ابوبكر صاحب مصنف) ...... يعني ركعتين وحتى يمر بها على ازواج

النبی صلی الله علیه وسلم فیدعون بها."❶

"حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ آں محترمہ نے فرمایا: مدینہ منورہ میں کسی لڑکی کو اپنے شوہر کے ہاں رخصتی سے قبل ایک تو مسجد میں لے جایا جاتا جہاں وہ دو رکعت نفل ادا کرتی دوسرے اسے ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم (امہات المومنین) کی خدمت میں لے جایا جاتا اور وہ اس کے لیے (خیر و برکت) کی دعا فرمایا کرتیں۔"

اسی مفہوم کی دوسری روایت الفاظ کے اختلاف کے ساتھ یوں ہے:

"..... کن نساء اهل المدینة اذا اردن ان یبنین بامرءة علی زوجها بدأن بعائشة فادخلنها علیها فتضع یدها علی رأسها تدعو لها وتأمرها بتقوی الله وحق الزوج."❷

"اہل مدینہ کی خواتین جب اس بات کا ارادہ کرتیں کہ وہ کسی عورت کو پہلی رات (شب زفاف) اس کے شوہر کے ہاں بھیجیں تو وہ پہلے اسے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس لے جاتیں۔ چنانچہ آں محترمہ اپنا دستِ مبارک اس عورت (دلہن) کے سر پر رکھ کر اس کے لیے دعا فرماتیں اور اسے خشیت الٰہی اور خاوند کا حق ادا کرنے کی تلقین فرماتیں۔"

بچوں کی ولادت کے موقعہ کی رسم

بچوں کی ولادت کے موقعہ پر اہل مدینہ کی ایک رسم یا معمول کی وضاحت کرتے ہوئے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"عن عائشة انها کانت تؤتی بالصبیان اذا ولدوا فتدعو لهم بالبرکة فاتیت بصبی فذهبت تضع وسادته فاذا تحت رأسه

---

❶ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۳۱۲ (کتاب النکاح)

❷ مصنف ابن ابی شیبہ (کتاب النکاح) ج ۴ ص ۳۰۶ طبع حیدرآباد دکن

موسى فسألتهم عن الموسىٰ فقالوا نجعلها من الجن فاخذت الموسىٰ فرمت بها ونهتهم عنها وقالت ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يكره الطيرة ويبغضها وكانت عائشة تنها." ❶

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ (مدینہ منورہ میں) جب بچوں کی ولادت ہوتی تو وہ ان کے پاس لائے جاتے تو آں محترمہ ان بچوں کے لیے خیر و برکت کی دعا فرماتیں۔ چنانچہ (اس معمول کے مطابق) ایک نومولود بچہ ان کے پاس لایا گیا اور آپ اس کا تکیہ اٹھا کر رکھنے لگیں تو اس کے سر کے نیچے ایک استرا رکھا ہوا تھا۔ آپ نے بچے کے اہل خانہ سے استرا کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا ہم جنات سے بچنے ے لیے ایسا کرتے ہیں۔ آپ نے وہ استرا پکڑ کر دور پھینک دیا اور ایسا کرنے سے انہیں روک دیا اور ساتھ ہی یہ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح کی بدشگونی لینے کو ناپسند ہی نہیں بلکہ اس پر ناراضگی کا اظہار بھی فرماتے تھے۔ اور (اسی وجہ سے) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی اس چیز سے منع فرمایا کرتی تھیں۔''

❶ الادب المفرد للبخاری (باب الطیرۃ من الجن) ص ۱۳۳

حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہید کا قولِ فیصل

صحابہ کرامؓ کی عظمت اور مرتبہ و مقام کے حوالے سے برصغیر کے نامور صوفی حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہید کے درج ذیل کلمات فیصلہ کن حیثیت رکھتے ہیں، حضرت مولانا لکھتے ہیں:

اگر مخالفین کا نظریہ درست تسلیم کریں تو خیر القرون شر القرون ہوگا اور خیر الامم شر الامم ہوگی۔ اس سلسلے میں حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں فرماتے ہیں:

"وفرقہ شیعہ چون از مسلک اعتدال انحراف ورزیدہ اند و اعتماد بر اخبار بے اصل کردہ وآن نفوس ذکیہ را بر نفوس خبیثہ خود قیاس نمودند رفتہ رفتہ بتکفیر اصحاب کہ مبدء تواتر خبر نبوت و ناقلان کتاب وسنت اند مبتلا گردیدند وفہمیدند کہ پیغمبری کہ حقتعالی نبوت برو ختم کردہ وبکافہ انام مبعوث ساختہ ودین او ناسخ ادیان و باقی تا انقراض زمان ست و ما ارسلناک الا رحمۃ اللعالمین نازل در شانِ او جماعت کہ در طول عہد نبوت او صحبت باو داشتہ باشند و دقیقہ از بذل ارواح و اموال در خدمت او تا حیات او در ترویج شریعت او بعد ممات او فرو نگذاشتہ بدستگیری او از ورطہ کفر ہم نہ ہستند و بساحل نجات نہ پیوستند طرفہ حسن ظنی بخدا و رسول دارند خدانخواستہ اگر حقیقت کار ایں چنیں باشد کما زعموا فی شان السابقین پس لاحقین را از چنیں خدا چہ امید رحمت ست و از چناں پیغمبری چہ توقع شفاعت احوال پیغمبران سابق و امم ایشان پوشیدہ نیست و واقعات اولیاء این امت نیز پنہاں نہ ہرگز نہ دیدہ و نہ شنیدہ کہ بعد از ارتحال یکی ازین بزرگان ہمہ مخلصان او مرتد و منکر گردیدہ و با اولاد و آل او عداوت درزیدہ باشند دریں صورت بر بعثت پیغمبر کہ مقصود ازاں اصلاح امت است

کدام فائدہ مترتب شدہ و نیز بایں حساب خیر القرون شر القرون میگردد و خیر الامم شر الامم میشود و خدا انصاف نصیب کند والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔''❶

جب فرقہ شیعہ نے مسلک اعتدال سے انحراف اختیار کیا، بے بنیاد اخبار پر اعتماد کیا اور اپنے آپ کو ان نفوس قدسیہ پر قیاس کیا تو رفتہ رفتہ وہ ان اصحاب کی (اس گروہ قدسیہ کی) جو آنجنابؐ سے متعلق مستند معلومات کا مصدر و مرجع اور کتاب و سنت کی روایت کرنے والے ہیں، تکفیر میں مبتلا ہو گئے، انہیں یہ ادراک نہیں ہوا کہ وہ لوگ (صحابہ) تمام عہد نبوت میں اس عظیم ہستی کے ساتھ تھے جن پر حق تعالیٰ نے سلسلۂ نبوت ختم کیا، جن کو تمام انسانیت کی طرف مبعوث فرمایا، جن کا لایا ہوا دین تمام ادیان کا ناسخ اور تا زمانہ (قائم) رہنے والا ہے اور جن کی شان میں اللہ تعالیٰ نے وما ارسلناک الا رحمۃ اللعالمین فرمایا۔ وہ لوگ (صحابہ) اپنی جان و مال کے ذریعے ترویج دین میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتے تھے۔ آپؐ کی اعانت و حمایت کے بغیر نہ تو وہ کفر کے گڑھے سے نکلتے اور نہ ہی ساحل نجات سے وابستہ ہوتے۔ وہ اللہ اور رسول کے متعلق حسنِ ظن کے حامل تھے۔ سابقین اوّلین اگر خدانخواستہ واقعتاً ایسے ہی ہوتے جیسے کہ ان (شیعوں) کا دعویٰ ہے تو پھر متاخرین کو اللہ سے رحمت اور پیغمبرؐ سے شفاعت کی کیا امید؟ سابقہ پیغمبروں اور ان کی امتوں کے احوال پوشیدہ نہیں ہیں اور اسی طرح اس امت کے اولیاء کے احوال بھی۔ ان بزرگوں میں سے کسی کے مخلصین اس کے ارتحال (موت) کے بعد اس کے مرتد و منکر اور اس کی آل اولاد کے دشمن ہو گئے ہوں ایسا نہ کبھی دیکھا نہ سنا۔ اس صورت حال میں بعثت پیغمبرؐ، جس کا مقصد اصلاحِ امت ہے، کا کیا فائدہ؟ اس حساب سے تو بہترین زمانہ بدترین زمانہ اور امت کے بہترین لوگ امت کے بدترین لوگ ہو گئے۔ اللہ عدل (انصاف) کی توفیق عطا

❶ کلمات طیبات از مرزا مظہر جانِ جاناں شہید، مکتوب ۷ ص ۱۳ طبع مطبع مجتبائی دہلی

فرمائے اور متبعین حق پر سلامتی ہو۔"

عظمتِ صحابہؓ کے حوالے سے حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہیدؒ کے درج بالا فیصلہ کن کلمات طیبات اور ان کے ترجمہ کے ساتھ ہی رئیس المحققین بقیۃ السلف زہد و تقویٰ کے پیکر اور علم و تحقیق کے خوگر حضرت مولانا محمد نافع رحمہ اللہ کے افادات طیبات پائیہ تکمیل کو پہنچے۔ ان افادات کی تدوین اور مفہوم کی وضاحت میں خدانخواستہ کہیں جھول نظر آئے تو اسے مرتب کی کم علمی پر محمول کیا جائے۔ آخر میں دعا ہے کہ باری تعالیٰ حضرت مولانا کی تمام علمی و دینی خدمات کو قبول فرمائے اور راقم سمیت تمام استفادہ کنندگان کی طرف سے انہیں جزائے خیر نصیب فرمائے۔ آمین۔